مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامه

نقوش اسلام

Issue.No. 11	جنوری ۲۰۰۸ء (January,2008) ذی الحجہ، محرم ۱۴۲۸ھ	VOL.No.2

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا محمد صالح جی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارات

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری
- مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری
- مولانا محمد نظام الدین ندوی

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ.........................۱۰ روپئے

سالانہ.........................۱۰۰ روپئے

خصوصی...... ......۳۰۰۰ روپئے

ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM

MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.**247129**

(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT

VILL& P.O.MUZAFFARABAD DISTT.SAHARANPUR (U.P) EDITOR:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

npage24\A017 not found. Border\BISMIL01\001. not found. npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
حج سے آنے والوں کی خدمت میں	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
دوائے دل		۵
ملفوظات حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	مولانا سید رشید احمد الحسنی	
جائزہ		۸
تاریخ میں تعزیہ داری کی ابتداء......	مولانا مفتی رحمت اللہ نیپالی	
رجال امت		۱۲
اللہ کو ایسے لوگ پسند ہیں	مولانا نسیم اختر شاہ قیصر (دیوبند)	
مکتوبات اکابر		۱۷
مکتوب مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تاریخ کے دامن سے		۲۰
عہد وسطی کے ماہرین امراض چشم	محمد زکریا ورک (کنگسٹن کینیڈا)	
محاسن اسلام		۲۵
یتیم ولاوارث بچوں کی کفالت......	مولانا وقار علی قاسمی دار العلوم دیوبند	
غوروفکر		۲۹
ناپاکی ہر سو پھیلی ہے پاکیزہ......	عبدالصمد کجبوری نوئیڈا، دہلی	
ہدایات		۳۳
مدارس و مکاتب کے لیے چند مفید ہدایتیں	(ادارہ)	
تجزیہ		۳۵
عورت کا دائرہ عمل اصلاً گھر ہی ہے	مولانا محمد نسیم ندوی	
آثار نبوت		۳۸
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت......	مولانا ابواللیث قاسمی دیوبند	
حقوق اللہ		۴۰
عبادت کا حق کیسے ادا ہو	محترمہ پروین ندیم سلمہا کھجناور	
فضائل		۴۲
یوم جمعہ اور نماز جمعہ کی فضیلت	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۷
نئی کتابوں پر تبصرہ	مولانا محمد ریاض کھجناوری	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)...........	۳۰۰۰
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰...........
// // آخر اندرونی	// //	۲۰۰۰...........
صفحہ اندرونی	(فل سائز)................	۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰...........
¼ صفحہ //		۴۰۰...........

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰؍روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

E.mail:masood_azizinadwi@yahoo.co.in -------- nuqooshe_islam@yahoo.co.in

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائینیگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

حج سے آنے والوں کی خدمت میں

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری مرکز احیاء الفکر الاسلامی

پوری دنیا کے لاکھوں مسلمان حج جیسے مقدس فریضہ کو ادا کر کے اور بیت اللہ شریف کا دیدار کر کے اپنے اپنے وطن واپس ہو رہے ہیں، بعض ان میں تو وہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالی نے ابھی پہلی بار حج کا موقع عنایت فرمایا اور بعض وہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالی نے دوبارہ حج نصیب فرمایا، ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ''جس نے حج کیا اور کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا اور فسق وفجور سے باز رہا، تو وہ حج سے ایسا واپس آتا ہے (گناہوں سے پاک وصاف ہو کر) جیسا اس دن تھا، جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پاک وصاف ہو کر پیدا ہوتا ہے، اسی طرح حاجی بھی تمام گناہوں سے پاک صاف ہو کر محبوب کے دیار سے اپنے گھر کی جانب لوٹتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ حج کرنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک وہ جو حج سے صرف اپنی دنیا بنانا چاہتے ہیں اور خدا کے گھر تک پہنچنے اور ارکان حج ادا کرنے کے بعد بھی حج کی سعادت سے محروم لوٹتے ہیں، دوسرے وہ حاجی ہوتے ہیں جو اپنے حج سے دین ودنیا کی بھلائی، کامیابی وکامرانی چاہتے ہیں، یہ خدا کے گھر سے فیضیاب ہو کر اور خدا کی رحمت سے مالا مال ہو کر لوٹتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حجاج کرام سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور اپنا محاسبہ کریں کہ ہم تو حج کا فریضہ ادا کر آئے ہیں، مگر ادا کر کے کس قسم کے حاجیوں میں شامل ہوئے ہیں، اس سلسلہ میں آپ کو ہی غور کرنا ہوگا، اگر آپ کی تمنائیں اور ارادے یہ تھے کہ ''اے ہمارے رب ہمیں دنیا وآخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا'' اور ہر معاملے میں آخرت کو پیش نظر رکھ کر اپنے رب کی خوشنودی کے لیے دوڑ دھوپ کئے ہوئے ہیں اور خدا کے تعلق میں انتہائی حساس اور اس کے ذکر میں پہلے سے کہیں زیادہ سرگرم ہیں (یعنی اگر حج سے پہلے نماز میں سستی ولا پرواہی ہوتی تھی اب یہ بات نہیں ہے، ایسے ہی اگر حج سے پہلے زکوٰۃ وغیرہ دینے میں اپنے آپ کو بچایا جاتا تھا؛ لیکن اب ایسا نہیں ہے، ایسے ہی حج سے پہلے لڑائی، جھگڑا میں گالی گلوچ اور غیبت وچغل خوری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی تھی؛ لیکن اب ایسا نہیں ہے) تو سمجھ لیجئے کہ آپ حج کی سعادت اور خدا کی رحمت سے مالا مال ہو کر لوٹے ہیں، اور آپ کی زندگی گواہ ہے کہ آپ خدا کے گھر سے فیضیاب ہو کر لوٹے ہیں اور آپ کا حج مقبول ہو گیا، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ حج مقبول کا صلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

برخلاف اس کے کہ اگر آپ کی نگاہ میں صرف دنیا ہی دنیا کی بھلائی مطلوب ہے یعنی دنیاوی مقاصد، ریاکاری، شہرت ونام ونمود کی غرض سے سفر کئے تھے، تو سمجھ لیجئے کہ بیت اللہ تک پہنچنے اور ارکان حج ادا کرنے کے بعد بھی آپ حج کی سعادت سے محروم لوٹے ہیں؛ کیونکہ حج کا سفر ہار اور جیت کا سفر ہوتا ہے، اس کی ہار بھی ایسی کہ اس کے برابر کوئی ہار نہیں کہ اللہ کے گھر جائے اور اپنے اعمال سے خالی ہاتھ آئے؛ بلکہ الٹی گناہوں کی گٹھری پیٹھ پر لاد کر لائے اور جیت بھی ایسی کہ کوئی فتح وکامرانی اس کے برابر نہیں، گناہوں سے اس طرح پاک وصاف اور دھلا دھلایا جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

ایک حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''کہ حجر اسود اللہ تعالی کا ہاتھ ہے، جو لوگ اس کو چومتے ہیں یا استلام کرتے ہیں وہ اللہ سے مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالی سے مصافحہ کرنے کے بعد کھرا اور کھوٹا سب الگ ہوجاتا ہے، حق تعالی شانہ کا ارشاد ہے'' لیمیز اللّٰہ الخبیث من الطیب ''تاکہ اللہ تعالی خبیث اور طیب کے درمیان امتیاز کردے، اگر حج کے بعد والی زندگی بدل گئی تو سمجھ لو کھرا نکلا، اور اگر حج کے بعد کی زندگی ویسے کی ویسی رہی جیسے پہلے تھی یا پہلے سے بدتر ہوگئی تو سمجھ لیجئے کہ کھوٹا نکلا۔

اس لیے تمام حجاج کرام کو چاہئے کہ اپنی اپنی زندگی کے بارے میں ذرا رک کر سوچیں اور اپنا محاسبہ کریں کہ ہم تو حج کے ارکان ادا کرکے، خانہ کعبہ کا طواف کرکے، حجر اسود کا استلام کرکے، صفا ومروہ کی سعی کرکے، رمی جمار کرکے اور وہاں کے حسین مناظر سے لطف اندوز ہوکر اور وہاں کے برکات وفیوض سے مالا مال ہوکر آئے ہیں؛ لیکن بعد والی زندگی کس ڈھنگ اور کس نہج سے گزارنی ہے، اس کے بارے میں خود کو ہی غور وفکر کرنی ہوگی۔

غرضیکہ حجاج کرام کو چاہئے کہ حج سے آنے کے بعد اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کریں، نہ کسی سے چغلی، نہ کسی سے غیبت، نہ کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا چاہئے؛ بلکہ اعمال صالحہ کا اہتمام کرنا چاہئے، حج سے پہلے اگر داڑھی نہیں رکھتا تھا تو داڑھی رکھنا چاہئے، بے نمازی تھا، تو نماز کا اہتمام کرنا چاہئے، اگر روزہ نہیں رکھتا تھا تو پابندی کے ساتھ ماہ رمضان کا روزہ رکھنا چاہئے، اگر زکوٰۃ نہیں دیتا تھا تو زکوٰۃ دینا چاہئے اور جتنے بھی برے کام پہلے کرتا تھا، ان سے باز آجانا چاہئے اور استقامت کی دعا کرنی چاہئے؛ کیونکہ حج قبول ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے زندگی کی لائن بدل جائے، اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی تمام حجاج کرام کے حج کو قبول فرمائے اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی دنیا کے تمام مسلمانوں کو حج زیارت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

////// //////

دوائے دل

ملفوظات حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ترتیب: مولانا سید رشید احمد الحسنی الندوی

آخرت کیا چیز ہے؟

آخرت وہ چیز ہے جس کے تصور سے آدمی اپنی زندگی کو بہتر بناتا ہے، جب انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اعمال کا حساب ہوگا، قیامت میں ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا، ہم دوسری زندگی میں اللہ تعالی کے حضور میں حاضر ہوں گے اور ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیسے کمایا تھا؟ اور کیسے خرچ کیا تھا؟ اور تم نے پروردگار کے احکام پر کتنا عمل کیا تھا؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لاتزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن عمره فيما افناه وعن علمه فيما فعل فيه، وعن ماله من اين اكتسبه وفيما انفقه وعن جسمه فيما ابلاه" (جامع ترمذی)

قیامت کے روز کسی بندے کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت تک نہیں ہلیں گے جب تک کہ اس سے چند سوالات نہ کرلیے جائیں کہ اپنی عمر کس کام میں کھپائی؟ اپنے علم کا کیا کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جسم کو کن کاموں میں گلایا اور بوڑھا کیا؟ وہاں یہ سوال ہوگا اور ہم کو اس سوال کا جواب دینا ہوگا، تو اس وقت پتہ چلے گا کہ ہمارا انجام کیا ہونا ہے؟ صاف صاف قرآن میں آیا ہے کہ اچھے عمل کریں گے ان کو آخرت میں جنت نصیب ہوگی، ان کو اللہ تعالی کی طرف سے نعمتیں نصیب ہوں گی اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا تو اس کو وہاں سزا ہوگی، عذاب ہوگا "من جاء بالحسنة فله خير منها وهم من فزع يومئذ آمنون ومن جاء بالسيئة فكبت وجوهم فى النار هل تجزون الاما كنتم تعملون" (سورة النمل ۸۹/۹۰)

جو شخص نیکی لاوے گا سو اس شخص کو اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ لوگ اس بڑی گھبراہٹ سے اس روز امن میں رہیں گے اور جو شخص بدی لاوے گا وہ لوگ اوندھے منھ آگ میں ڈال دیئے جاویں گے اور ان سے کہاں جائے گا تم کو ان ہی عملوں کی سزا دی جارہی ہے، جو تم کیا کرتے تھے، جب آدمی اس کا تصور کرتا ہے کہ موت برحق ہے کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کب اس کی موت آجائیگی، ہماری یہ زندگی محدود زندگی ہے چالیس سال، پچاس سال، ساٹھ سال، ستر سال، اسیّ سال، بس یہی زندگیاں ہورہی ہیں، اس میں ہم کتنا ہی عیش کرلیں، کتنا ہی پرلطف زندگی گذارلیں اور اپنے نفس اور خواہشات پر کتنا ہی عمل کرلیں؛ لیکن یہ ایک محدود مدت ہے، معمولی مدت ہے، آخرت میں ہم کو جو زندگی عطا ہونے والی ہے وہ ختم ہونے والی زندگی نہیں ہے بلکہ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں سال تک چلنے والی زندگی ہے، تو چند سال اپنی خواہش پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم لاکھوں سال اور کروڑوں سال کی زندگی کو برباد کرلیں اور وہاں اپنے لیے مصیبت کھڑی کرلیں یہ کون سی عقل مندی کی بات ہے؟ اگر ہم اس بات کا جائزہ لیں اور اس بات کو غور سے سوچیں کہ آخرت میں ہم کو کیا جواب دینا ہے؟ اپنے اعمال کا حساب ہم کو آخرت میں دینا ہے؟ آخرت کا تصور کریں اور وہاں کے ثواب وعذاب کو اپنے سامنے رکھیں تو ہماری زندگی خود بخود درست ہو جائے گی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ حال تھا کہ وہ آخرت سے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے، جہاں تک انسان کا تعلق ہے تو انسان

کے اوپر اس کے باپ کا حق ہوتا ہے، ماں کا حق ہوتا ہے، بہن بھائیوں کا حق ہوتا ہے، بیوی کا حق ہوتا ہے، اپنے پڑوسی کا حق ہوتا ہے، اپنے دوست کا حق ہوتا ہے اور سب کے حقوق اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں۔

مفلس کس کو کہا گیا ہے:

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک حدیث میں ایسے شخص کو جس کی نیکیاں دوسروں کو دلوائی جائیں گی یا دوسروں کے گناہ اس پر لادے جائیں گے، اسے مفلس کہا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:اتدرون ماالمفلس قالوا المفلس فینا من لادرھم له ولامتاع، فقال ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکوة ویاتی قدشتم ھذا وقذف ھذا واکل مال ھذا ویسفك دم ھذا وضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناته وھذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ماعلیه اخذمن خطایا ھم فطرحت علیه ثم طرح فی النار "(رواہ مسلم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا جانتے ہو مفلس کون ہے! صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شمار ہوتا ہے جس کے پاس درہم ودینار اور مال واسباب نہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر حاضر ہوگا؛ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو بلاوجہ مارا ہوگا، تو اس کی نیکیاں لے کر ان لوگوں کو دے دی جائے گی، اور اگر دوسروں کا حساب چکانے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تو وہاں اعمال کا سودا ہوگا۔

حقوق اللہ وحقوق العباد کو ادا کیسے کیا جائے:

ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ہم بے توجہی کے ساتھ دوسروں کا حق مار دیتے ہیں، دوسروں کا حق ادا نہیں کرتے، اللہ نے ماں باپ کا حق رکھا ہے، بھائیوں کا حق رکھا ہے، یہاں تک کہ پڑوسی کا حق رکھا ہے، جو بھی اللہ تعالیٰ نے حق رکھے ہیں اور پھر لین دین میں، تجارت میں کاروبار میں نہ معلوم کتنے مواقع ہیں، جہاں حقوق ہم پر واجب ہوتے ہیں، ان حقوق کو ہمیں اس طریقے سے ادا کرنا چاہئے جس طریقہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، اس کی پرواہ نہیں کرتے میراث ہے کوئی جائیداد چھوڑ کر اس دنیا سے چلا گیا، جائیداد کی صحیح تقسیم نہیں کرتے، بہن کا حق نہیں دیتے، صرف بہن ہی کا حصہ نہیں، آپ میراث کے احکام کو دیکھئے کس کس کے حصے اللہ نے مقرر کئے ہیں، جس وقت انسان کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی ملکیت میں جو جائیداد اور مال ہوتا ہے وہ خود بخود ان لوگوں کا ہو جاتا ہے جن کے حقوق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں، اب ان کو اگر آدمی نہیں ادا کرتا تو گویا کہ حرام مال لیئے بیٹھا ہے جو کھا رہا ہے، وہ حرام ہے حلال نہیں ہے اور یہ حق جو اس نے مارا ہے قیامت میں اس سے دلوایا جائے گا جہاں اس کے پاس پیسے نہیں ہوں گے، مال نہیں ہوگا، تو کیا دے گا؟ اپنے اعمال دینے پڑیں گے، اس نے جو نمازیں پڑھی ہیں، وہ نمازیں دینی پڑیں گی اور یہ بے نمازی ہو جائے گا کہ نمازی تھا بے نمازی ہو گیا، جو نماز پڑھی تھی وہ دوسرے کے حق میں چلی گئی، پیسے دے نہیں سکتے تو جس کا حق مارا تھا اس کے عوض نمازیں دیدی جائیں گی، تو آپ نماز پڑھ کر گئے لیکن معلوم ہوا کہ وہاں بے نمازی ہو گئے، اس لیے کہ نماز وہاں چھن جائے گی اور یہی معاملہ اس کے روزوں اور خیر خیرات کے کاموں کے ساتھ بھی ہوگا، تو میرے بزرگوں اور دوستوں دوسروں کے حقوق ادا کرنا نہایت لازمی ہے، ہمیں یہ تصور کرنا چاہئے کہ آنکھ بند ہونے کے بعد ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، میرے بھائیوں اور عزیزوں جس چیز پر بہت فوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام معلوم کیے جائیں، کس طرح زندگی ہمیں گذارنی چاہئے، کس طرح حقوق ہمیں ادا کرنے چاہئے اور کس طرح

شادی بیاہ کرنا چاہئے، کس طرح بیویوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، بیوی کو لانے کے بعد ماں باپ کے حقوق ختم نہیں ہوجاتے، ماں باپ کے حقوق اسی طرح باقی رہتے ہیں، بہن بھائیوں کے حقوق پہلے کی طرح باقی رہتے ہیں، ہاں کچھ حقوق بڑھ جاتے ہیں اور یہ حقوق اس طریقے سے ادا کرنے چاہئے جس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

میرے بزرگوں اور دوستوں! سنت کے معنی طریقہ عمل کے ہیں اور ''السنۃ'' سے مراد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور سنت کی اضافت جس کی طرف کی جائے اس کی سنت اور اس کا طریقہ ہوجاتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میری سنت پر عمل اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو یعنی میرے طریقہ کو دیکھو اور اس کو اختیار کرو اور صحابہ کے طریقہ کو دیکھو اور اس کو اختیار کرو، اگر میرے طریقہ پر عمل کروگے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو سامنے رکھوگے تو آپسی اختلافات اور کشمکش مصیبت اور آفت سے بچ جاؤ گے اور فرمایا کہ ''عضوا علیھا بالنواجد'' اس کو دانتوں سے پکڑو، یہ عربی کا محاورہ ہے اردو میں کہتے ہیں اس کو دانتوں سے پکڑنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس محاورہ میں یہ فرمانا تھا کہ میری سنت اور صحابہ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑلو، اگر ایسا کروگے تو خطرہ سے بچ جاؤگے۔

بدعت سے کیسے بچا جائے:

حضرت والا نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے ''وایاکم ومحدثات الامور'' دین کے معاملہ میں نئی نئی باتیں ایجاد ہوں تو ان سے بچو ''وایاکم ومحدثات الامور'' اپنے آپ کو بچاؤ اور بچو یعنی لوگ اپنے فائدوں کی غرض سے محض اندازوں سے دین کے اندر نئی باتیں پیدا کرتے رہتے ہیں، ان سے بچوں اور یہ دین کے معاملہ میں ہے دنیا کے معاملہ میں نہیں، دنیا کے معاملہ میں آدمی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کام کرے، لیکن دین کے معاملہ میں جہاں اسے اللہ کی رضا کا معاملہ ہوتا ہے اس میں اگر کوئی نئی بات ایجاد کی جاتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں بتائی تو وہ ''محدث'' ہے، یعنی نئی کردی گئی ہے، نئے نئے اختیار کردہ معاملات سے بچو جن کو لوگ دین بتاتے ہیں، حالانکہ وہ دین نہیں ہے، جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور کہا، یا کیا ہے، یا صحابہ کرام نے کہا اور کیا ہے اس کے علاوہ جو نئی چیز اختیار کی جائے گی وہ دین نہیں بلکہ بدعت ہے۔

بدعت کا کیا مطلب؟:

بدعت کا مطلب دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور دین کے اندر نئی بات کا ایجاد کرنا کسی کا حق نہیں کیونکہ دین مکمل کردیا گیا اور اعلان کردیا گیا'' الیوم اکملت لکم دینکم ''میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا، دین مکمل ہوگیا اب کوئی نئی بات دین میں داخل نہیں ہوگی'' وکل بدعة ضلالة '' اور فرمایا ہر نئی بات اور ہر نئی ایجاد یعنی جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں سے الگ ہوگی وہ گمراہی ہوگی، اللہ تعالی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی زندگیوں کو درست کرنے کی کوشش کریں۔

کام کی باتیں

اپنے کسی بھائی کو مشکل میں دیکھ کر خوش مت ہو، ممکن ہے اللہ اسے مشکل سے نکال کر تمہیں مشکل میں ڈال دے۔ (حضرت محمد ﷺ)

وہ کبھی بھی مطمئن اور قانع نہیں ہوسکتا، جو حاجات زندگی کے علاوہ بھی اور دوسری چیزوں کی حرص رکھے۔ (حضرت ادریسؑ)

ہر ایک چیز کی زکوۃ ہے اور عقل کی زکوۃ یہ ہے کہ نادانوں کی بات پر تحمل کیا جائے۔ (حضرت علیؓ)

خود کو ایسا ہی ظاہر کرو جیسے تم ہو، یا ویسے بن جاؤ جیسا خود کو ظاہر کرتے ہو۔ (بایزید بسطامیؒ)

جو نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوق رکھتا ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

قیدی وہ ہے جس کا دل اس کے پروردگار کی طرف سے بند ہوجائے اور قید وہ ہے جسے خواہشات ہر طرف سے گھیر لیں۔ (ابن تیمیہؒ)

جائزہ

تاریخ میں تعزیہ داری کی ابتداء اور ہند و بیرون ہند میں اس کا رواج

مولانا مفتی رحمت اللہ نیپالی مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ امین نگر رائے بریلی

زمانہ کا قاصد ہر روز نئے نئے پیام لاتا ہے، کبھی وہ رنج وغم کی اشک آگیں کہانی سناتا، تو کبھی خوشی ومسرت کے موتی لٹاتا ہے، ہر دن صبح کا سورج اپنی کرنوں میں مسکراہٹوں کا انمول خزانہ لے کر طلوع ہوتا ہے، جب کہ شام کا ڈوبتا ہوا سورج صفحات دل پر حسرت ویاس کی ان گنت لکیریں کھینچ جاتا ہے، یہی حال ماہ وسال اور دہائی وصدی کا بھی ہے، ان کی وسعتوں میں بے شمار رنج وخوشی کی داستانیں پنہاں ہوتی ہیں، کبھی کسی دہائی وصدی کا ذکر آتے ہی انسانیت کا چہرہ دمک اٹھتا ہے اور اس کا پچھلا غم کافور ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی آغوش میں انہیں کوئی نیا مسیحا مل گیا ہو، اس کے برعکس کبھی کسی مہینہ یا سال کا نام سنتے ہی سطح قلوب پر غم کی دھوپ پڑنے لگتی ہے اور پورا انسانی معاشرہ ماتم کدہ بن جاتا ہے اور پوری فضا سوگوار نظر آتی ہے۔

ماہ محرم کی اہمیت :

اوراق تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورۂ محرم کا بنیادی وکلیدی رشتہ اسلام اور اس کی تاریخ نیز انبیاء کرام کی ذوات قدسیہ اور تخلیق کائنات سے ہے، زمین وآسمان، آفتاب وماہتاب، لوح وقلم اور عرش وکرسی کی تخلیق، ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، جنت میں ان کا دخول اور لغزش کے نتیجہ میں وہاں سے اخراج پھر توبہ کی قبولیت، آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے سفینہ کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، اور ان کے ساتھ اہل ایمان کا نجات پانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آتش نمرود کا گلزار بنادیا جانا، حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے نابینا ہونا، پھر دوبارہ ملاقات پر بینائی کا واپس آجانا، حضرت یونس علیہ السلام کا طویل مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد دعاء ومناجات کے ذریعہ باہر نکلنا، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا فرعون مصر کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہونا اور اس کی غلامی کے طوق سے گلوخلاصی پانا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا بحر قلزم عبور کرنا، فرعون کا مع اپنے لشکر کے غرقاب ہونا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ایسی حکومت عطا کرنا جو بعد میں کسی کو نہ مل سکی اور نہ مل سکے گی، حضرت ایوب علیہ السلام کا مہلک مرض سے شفایاب ہونا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں کے نرغے سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا جانا اور نزد زمانہ قیامت دنیا میں دوبارہ تشریف لانا وغیرہ واقعات یوم عاشورہ ہی سے وابستہ ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسی تاریخ کو ۱۰ محرم بروز جمعہ قیامت برپا ہوگی، جس سے دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اسی تاریخ کو عاشورہ محرم جمعہ کے دن وہ المناک اور روح فرسا حادثہ فاجعہ اور واقعہ کربلا پیش آیا، جس میں جوانان جنت کے سردار، خاندان نبوت کے چشم وچراغ، نواسۂ رسول، فاطمۂ زہراء کے نور نظر، شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کے لخت جگر، سیدنا حضرت حسین اور ان کے جانثار اصحاب شہادت کے بلند ترین مرتبہ سے سرفراز کئے گئے، یہ ہیں وہ تاریخی حقائق جن سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔

ماہ محرم کی شرعی حیثیت :

محرم اسلامی تقویم کا وہ پہلا مہینہ ہے جس سے سن ہجری کے نئے

سال کا آغاز ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلاتا ہے اس کے اہم فضائل میں یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا ہے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس محرم کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالی گذشتہ سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے، بیہقی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس محرم کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو، ایک دن اس سے پہلے یا بعد کا روزہ رکھو۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ فضائل چھوڑ کر خرافات اور رذائل سے عوام چمٹ گئے اور محرم کا مفہوم اپنے ناقص فہم سے صرف تعزیہ داری، سبیل لگانا، کھچڑا پکانا اور مالیدہ بنانا اور ماتم کرنا ہی سمجھ لیا ہے، حالانکہ نہ شرعاً یہ درست ہے اور نہ ہی عقلاً یہ درست ہوسکتا ہے۔

تعزیہ کا مفہوم:

تعزیہ کا اصل معنی صبر کی تلقین کرنے اور تسلی دینے کے ہیں، جو کسی کے مرنے پر اس کے ورثاء اعزاء واقرباء اور متعلقین سے کی جاتی ہے، یہ اللہ کے رسول کی سنت ہے، شریعت کی رو سے تین دن تک تعزیت کرنا اور سوگ منانا جائز ہے، جس میں نہ رونا ہے، نہ پیٹنا ہے اور نہ چیخنا چلانا، نہ کپڑے پھاڑنا اور گریباں چاک کرنا، نہ بال نوچنا اور نہ سینہ کوبی کرنا اور نہ ہی اجتماع کے ساتھ جزع وفزع کرنا، اسلامی شریعت میں یہ تمام امور ناجائز اور حرام ہیں۔

حدیث شریف میں ایسے شخص کو جو ماتم اور نوحہ کرے ملت سے خارج بتایا گیا ہے، اور ملعون فرمایا گیا، ایک حدیث میں ہے "لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوٰى الْجَاهِلِيَةِ" (متفق علیه) وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے، گریباں چاک کرے اور جاہلیت کے جے جے کار کرے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کے حوالہ سے مروی ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ" نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر حضور نے لعنت فرمائی۔

کیونکہ..................

وہ روئیں جو منکر ہیں حیات شہداء کے
ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

محرم کا تعزیہ:

لیکن محرم کا تعزیہ ایک اس سے الگ مفہوم رکھتا ہے اور محرم کے ساتھ اسی مخصوص اور معہود ذہنی تعزیہ کا تصور آتا ہے، جو ایک خاص رسم کا نام ہے، اور سراسر خرافات اور غیر شرعی طریقہ ہے، جاہل لوگ بانس کی تیلیوں اور پھچیوں سے بنی ہوئی اور رنگین کاغذ سے منڈھی ہوئی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی شبیہ کا ایک ڈھانچہ کھڑا کرتے ہیں، جس کا نام تعزیہ رکھ چھوڑا ہے۔

دسویں محرم کو خاص طور سے تعزیہ کے اردگرد ہزاروں مردوں اور عورتوں کا جمگھٹا ہوتا ہے، یا حسین! یا حسین کی صدا فضا میں گونج ہوتی ہے، ڈھول تاشے بجتے ہیں، اور کھیل تماشے ہوتے ہیں، نمازیں چاہے نہ پڑھیں، روزہ نہ رکھیں، جمعہ، جماعت، عیدین اور حج چاہے نصیب نہ ہوتا ہو، مگر محرم کا مجمع فوت نہ ہو، حالانکہ یہ مہینہ حرمت والا ہے؛ لیکن ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجتے ہیں، تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے، آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے جھگڑے ہوتے ہیں، درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں، کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں، تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، ہار، پھول اور ناریل چڑھائے جاتے ہیں، وہاں جوتا پہن کر جانے کو بڑا پاپ سمجھا جاتا ہے اور اس شدت سے روکا جاتا ہے، جیسے کسی فعل حرام کا ارتکاب کر لیا ہو۔

تعزیوں کے اندر دو بناوٹی قبریں ہوتی ہیں ایک پر سبز اور دوسری پر سرخ غلاف پڑا ہوا ہوتا ہے، سبز غلاف والی قبر کو سیدنا حسن اور سرخ غلاف والی کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی شبیہ یا قبر کہا جاتا ہے، اور وہاں شربت، مالیدہ وغیرہ پر اس تصور سے فاتحہ دلوایا جاتا ہے، گویا حضرت امام حسین کے روضۂ اقدس پر فاتحہ دلایا جا رہا ہے، پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو بناوٹی کربلا میں لے جا کر دفن کر دیئے جاتے ہیں، گویا یہ جنازہ تھا جیسے دفن کر آئے (نعوذ باللہ من ذالک) اور بعض قیمتی تعزیوں

کو چالیسویں میں دفن کیا جاتا ہے اور جن میں سونے اور چاندی کا جڑاؤ ہوتا ہے، ان کو کربلا تک لے جا کر گھر واپس لا کر آئندہ سال کے لیے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

ظاہری بات ہے کہ یہ عمل بدعت ہے اور شریعت کی نگاہ میں مبغوض اور ناجائز ہے، اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "أتعبدون ماتنحتون" کیا تم ایسی چیز کو پوجتے ہو، جس کو خود تراشتے اور بناتے ہو؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے "کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کافر پتھر کو تراش کر پوجا کریں تو مشرک کہلائیں، اور مسلمان لکڑی کا ڈھانچہ بنا کر عبادت کریں تو پکے مسلمان رہیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ دوسری معیوب بات یہ ہے کہ کیا ہم اپنے گذرے ہوئے آباء واجداد کی نقل بنا کر اچھلنے اور کودنے کو پسند کریں گے؟ ہرگز نہیں! تو پھر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسی بدسلوکی کیوں کی جاتی ہے؟ تعجب کا مقام یہ ہے کہ قاتلان حسین خود شیعہ ہی ہیں، انہوں نے دراصل نوحہ وماتم کا طریقہ ایجاد کر کے اور محبت حسین کا دم بھر کے اپنے خبیث فعل اور گھناؤنی حرکت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے، تاکہ ان کا جرم کسی طرح چھپ جائے اور راز فاش نہ ہو، لیکن ؎

دامن کو لئے ہاتھ میں کہتا ہے یہ قاتل
کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

بھلا

خونِ ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

تعزیہ داری کی ابتداء اوراس کا آغاز:

تعزیہ کا حکم نہ تو قرآن مجید میں ہے اور نہ حدیث شریف میں اور نہ اس عمل کو صحابہ کرام نے کیا اور نہ تابعین عظام نے، اور نہ چاروں اماموں میں سے کسی نے اس کے کرنے کا حکم دیا، حضرت حسین کی شہادت کا المیہ ۶۱ھ میں پیش آیا، اس کے انیس برس بعد ۸۰ھ ہجری میں امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے ہیں، اور ۱۵۰ھ میں انتقال فرماتے ہیں لیکن ستر سال کی عمر میں کسی محرم میں نہ آپ تعزیہ داری کرتے ہیں اور نہ اس کا حکم دیتے ہیں۔

تحقیق وتدقیق کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تعزیہ داری کی ابتداء کب ہوئی، البتہ تمام شیعہ وسنی مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس گزر جانے کے بعد محرم میں ہونے والی بدعات ورسومات کا رواج ہوا، ۳۵۲ھ میں ایرانی نسل اور شیعہ مذہب کے امیر الأمراء "معز الدولہ دیلمی" نے جو وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز تھا، اپنے حکم سے ماتم حسین کی ابتداء بغداد میں اس وقت کی تھی جب طوائف الملکی کے سبب سلطنت کمزور ہو چکی تھی۔

دسویں محرم کو تمام بازار بند کر کے ماتم کرنے کا حکم حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا، تب سے اب تک یہ رواج ترقی پذیر ہے، جہاں تک تعزیہ داری کا تعلق ہے تو اس کی ابتداء ایران میں عہد صغیر میں نویں صدی ہجری سے ہوئی۔

ہندوبیرون ہند میں تعزیہ داری کا رواج :

مشہور ہے کہ سب سے پہلا تعزیہ امیر تیمور لنگ نے رکھا جو مذہباً شیعہ تھا، ہندوستان میں جب خاندان تغلق کا زوال شروع ہوا اور سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوا تو جنوبی ہند میں ایک شخص حسن گنگو نامی نے بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی، یہ بہمنی خاندان ایران کے شیعہ گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، جب بہمنی سلطنت زوال کا شکار ہوئی تو پانچ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی، انہیں میں عادل شاہی سلطنت میں یوسف عادل شاہ اور قلی قطب شاہ نے تعزیہ داری کو باقاعدہ رواج دیا، چنانچہ باقاعدگی کے ساتھ دس روزہ تک تعزیہ داری ہوتی تھی اور تعزیہ رکھے جاتے تھے، شیعوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور وہ اس میں بڑھ

چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

گنبد دار تعزیہ ہندوستان میں سب سے پہلے شہر لکھنؤ میں رکھا گیا، ویسے تو ہندوستان کا کوئی گوشہ کوئی چپہ اور خطہ ایسا نہیں ہوگا جہاں تعزیہ داری کا عمل نہ ہوتا ہو، تمام علاقے اور صوبے اس میں ملوث ہیں، لیکن مرادآباد، سنبھل، لکھنؤ، ضلع سیتاپور، خیرآباد اور ضلع بارہ بنکی میں خاص طور سے دیوان شریف اور حیدرآباد میں دکن وغیرہ کے مقامات اور علاقے خاص طور پر قابل ذکر ہیں، سنبھل میں تعزیوں کی لمبائی اور اونچائی چالیس فٹ تک ہوتی ہے، اصلاً تو یہ شیعوں کی ایجاد ہے جس پر وہ پابندی سے قائم ہیں اور مضبوطی سے اسے تھامے ہوئے ہیں، لیکن بہت سارے بھولے بھالے سنی یہ برائے نام ہیں، البتہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ راقم آثم کے علاقے میں تقریباً ۸۵٪ فیصد ہندو تعزیہ بناتے ہیں اور اس میں اسطرح بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں گویا جیسے یہ ان کا کوئی مذہبی تہوار ہو اور اتنے دھوم دھام سے تعزیہ اٹھاتے ہیں، گویا کہ وہ کوئی کار ثواب ہے، یہ رہا ہند و بیرون ہند میں تعزیہ داری کے آغاز کا مختصر جائزہ۔

خلاصہ کلام یہ کہ تعزیہ داری کی بدعت شیعوں کی ایجاد ہے اور عشق حسین کا دم بھرنے میں وہ پیش پیش اس لیے ہیں تا کہ اپنے دامن کو داغ ودھبہ سے اس طرح پاک وصاف کردیں کہ کوئی نشان باقی نہ رہے اور وہ قاتلان حسین کی فہرست سے خارج ہوجائیں۔

شهیدان کربلا کا پیغام عصر حاضر کے نام :

یادرہے کہ شہیدان کربلا کی روح کی تڑپ میں پوری کائنات کے مسلمانوں کے لیے یہ درس ہے کہ وہ ہر یزیدی فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے سربکف ہوں، اپنی جان گنوادیں، تن من دھن کی بازی لگادیں، مگر شریعت کے حسن لازوال کو داغدار نہ ہونے دیں، حضرت امام حسین کے خون کی سرخیوں سے کربلا کی ریت پر جو پیغام لکھا گیا وہ یہی تھا اور آج بھی ان کے خون کا ایک ایک قطرہ زبان حال سے پکار کر ہمیں یہی پیغام دے رہا ہے کہ ؏

جواں ہو عزم تو تارے بھی ٹوٹ سکتے ہیں
کٹھن نہیں ہے کوئی کام آدمی کے لیے

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسی طرح پوری دنیا کے یزیدوں کے لیے شہادت حسین تازیانہ عبرت ہے کہ ایک سچا مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا متبع باطل کے سامنے سر تو کٹا سکتا ہے لیکن جھکا نہیں سکتا۔

جہاں بھر کے یزیدوں کو پیام مرگ پہونچادو
شہیدان وفا کا خون ناحق رنگ لائے گا

//////☆☆☆☆//////

اقوال زریں

۱- ضرورت مند کی جائز حاجت پورا کرنا ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ (امام حسنؓ)

۲- ایسے کام کرنے سے پرہیز کرو جن پر عذرخواہی کی نوبت پہنچے۔ (یوسف اسباطؒ)

۳- سب سے بڑی اور اچھی نصیحت یہ ہے کہ تقلید نبی ﷺ کرو۔ (مجدد الف ثانیؒ)

۴- جو آدمی دعائیں نہ مانگے وہ بدقسمت ہے اور اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ (بختیار کاکیؒ)

۵- مردوہ ہے جس کا کردار اس کی گفتگو کے مطابق ہو۔ (سری سقطیؒ)

۶- اگر دشمن پر قدرت ہوجائے تو اس قدرت کا شکر اس طرح ادا کرو کہ دشمن کو معاف کردو۔ (حضرت علیؓ)

۷- مصیبت یا خوشی کے وقت ناحق بات سے بچو اور حق بات پر ڈٹے رہو۔ (حسن بصریؒ)

//////☆☆☆//////

رجال امت

دوسری اور آخری قسط

اللہ کو ایسے لوگ پسند ہیں!

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاذ دارالعلوم وقف دیو بند

دین کی مختلف تعلیمات پر اور احکام شریعت پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے، وہ شخص جو اللہ کی وحدانیت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کی حقانیت پر کامل یقین رکھتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز بھی پڑھے، روزہ بھی رکھے، صاحب نصاب ہو تو زکوۃ بھی دے اور صاحب حیثیت ہونے کی صورت میں حج بھی کرے، نوافل کا اہتمام بھی ہو، ذکر واشغال کا معمول بھی ہو، تسبیح وتہلیل کی پابندی بھی ہو، تلاوت کی لگن اور یاد الٰہی کا جذبہ بھی دل میں موجزن ہو، یہ تمام حقوق اللہ سے متعلق ہیں اور ان کی ادائیگی انہیں بنیادوں پر کی جائے گی، جن بنیادوں کی نشاندہی اللہ اور اس کے رسول نے کی ہے، سجدے کی جگہ سجدہ، رکوع کی رکوع، قیام کی جگہ قیام، ترتیب وار تمام ارکان کی ادائیگی نماز کی تکمیل کا ثبوت بنے گی، سجدے کی جگہ پر قیام اور قیام کے موقع پر سجدے کی ترتیب آپ خود قائم نہیں کر سکتے اور نہ ظہر کی جگہ عصر اور عصر کی جگہ عشاء کی جا سکتی، ہر نماز کے اوقات متعین ہیں ان اوقات سے انحراف نماز کے ساتھ ایک مذاق ہے اور عبادتوں میں مذاق کرنا گویا اللہ کے ساتھ مذاق کرنا ہے اور یہ بدترین گناہ عظیم جرم ہے، روزہ صبح سے شام تک رکھا جائے گا درمیان میں نہ کچھ کھانا ہے، نہ کچھ پینا ہے، خواہشات نفسانی پر بھی کنٹرول رکھنا ہے اور زبان پر بھی قابو پانا ہے، نگاہ کی بھی حفاظت کرنی اور ہاتھ پاؤں کے بے جا استعمال پر بھی روک لگانی ہے، اگر یہ سب کچھ ہے تو یہ روزہ ہے اور اگر یہ نہیں تو روزہ بھی نہیں سمجھ لیجئے کہ تمام شرائط اگر موجود ہیں تو روزہ مکمل ہے اگر شرائط چھوٹ رہے ہیں اور ان سے پہلوتہی کی جا رہی ہے، تو بس یہ بھوکا پیاسا رہنا تو ہو سکتا ہے روزہ نہیں ہو سکتا، ایسے ہی زکوۃ جب آدمی صاحب نصاب ہو یا حج جب کہ انسان صاحب استطاعت ہو ان دونوں کی ادائیگی قیودات کی صورت میں ہی ہوگی، قرآن کریم نے اللہ کے جن مقرب بندوں کا ذکر کیا ہے ان میں پرہیزگاروں کا بھی نام آتا ہے، پرہیزگار کون ہیں؟ پرہیزگاری کسے کہتے ہیں ان سب کو مختصر طور پر آپ کے سامنے بیان کرنے کی کوشش کرونگا، ایک اور جگہ پر خداوند عالم نے ارشاد فرمایا "اِن اکـرمکم عندالله اتقاکم " جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک اکرام واعزاز کے مستحق وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں، پرہیزگار ہیں، احتیاط کرنے والے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ''متقین وہ لوگ ہیں جو ان چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچاتے ہیں جن چیزوں سے عام طور پر لوگ نہیں بچتے'' ان کے یہاں احتیاط اس درجہ ہوتی ہے کہ وہ دین وشریعت کی روشنی میں اپنے تمام معاملات طے کرتے ہیں اور دینی فوائد کے مقابلہ میں دنیاوی فوائد کو قطعاً خاطر میں نہیں لاتے، ان کی نگاہیں دنیا کی چمک دمک پر نہیں بلکہ اخروی زندگی کی راحتوں پر ہوتی ہیں وہ دنیاوی عزت ومقبولیت کے طالب نہیں ہوتے بلکہ رضا الٰہی ان کا مقصود حقیقی ہوتا ہے وہ نفرت کرتے ہیں تو صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے اور ان کو کسی انسان سے محبت ہوتی ہے تو اس کا سبب بھی اللہ کی محبت ہوتا ہے، وہ برائیوں اور گناہوں میں گھرے انسانوں سے دور بھاگتے ہیں یا پرہیزگاروں اور نیکوں کی ہمنشینی اختیار کرتے ہیں تو دونوں موقعوں پر خوف الٰہی اور تقرب خداوندی کا جذبہ بھرپور طریقہ

پر موجود رہتا ہے، اللہ نے پرہیزگاروں کو اپنے محبوبین میں شمار کیا ہے، احتیاط اس درجہ کہ حضرت عمرؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

ہم لوگ نوے فیصد حلال چیزوں کو اس خطرے کی وجہ سے چھوڑ دیا کرتے تھے کہ کہیں ان کی ذریعہ حرام یا مشتبہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔

مشتبہ چیزوں میں جو آدمی مبتلا ہوگا وہ بہت مشکل سے حرام چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے گا، مشتبہات سے پرہیز کرنے والا ہی اپنے دین مذہب کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوسکتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعات میں لکھا ہے:

ایک بار آپ کے پاس بہت سارا زیتون کا تیل آیا اور اس تیل کو ناپ کر مسلمانوں میں تقسیم فرمارہے تھے، برابر ہی میں ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا جو برتن سے تیل صاف کرکے سر پر لگالیتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی اور اس بچے کے بال کٹوادیئے تاکہ نہ بال ہوں اور نہ دوسروں کا تیل لگائے، احتیاط کا یہ عالم اور پرہیزگاری کا یہ نمونہ دوسرے مذاہب میں ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پاکدامنی، غنا کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

انسانوں میں سب سے اشرف انسان، نبیوں میں سب سے آخری نبی اور رحمۃ للعالمین کے وصف خصوصی سے متصف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی سے جن چیزوں کو مانگا کرتے تھے ان میں پرہیزگاری کی بھی طلب ہوتی تھی، ہم اور آپ اس تقویٰ اور پرہیزگاری کا تصور بھی نہیں کرسکتے جس کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور پھر بعد کے زمانوں میں اساطین امت اور بندگان دین نے اختیار کیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے معروف ہیں ان کا واقعہ ہے کہ:

ان کے مکان میں ایک زینہ تھا، جب وہ اس پر چڑھتے تھے تو اس کی ایک اینٹ ہلا کرتی تھی، ایک روز کسی لونڈی نے گارے سے اس اینٹ کو پختہ اور صحیح کردیا، آپ دوسرے وقت میں زینے پر چڑھ رہے تھے تو وہ اینٹ ہلی نہیں، دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہوا، بتایا گیا کہ وہ اینٹ ٹھیک کردی گئی، تو آپ نے فرمایا اس اینٹ کا ہلنا ہمارے لیے رحمت تھا، اس لیے کہ جب ہم اس پر پاؤں رکھتے تھے تو ہمیں پل صراط کی یاد آتی تھی اور ہمارا یہ خیال ہوتا تھا کہ جب ایک اینٹ کے ہلنے سے ہمیں اندیشہ ہوتا ہے تو پلصراط پر کیا ہوگا؟۔

زندگی کا کارواں اپنی بھرپور رفتار کے ساتھ رواں دواں ہے اور دنیا انکشافات واختراعات کی انتہائی بلندیوں کو سر کررہی ہے، زمین پر انسان کی حکمرانی ہے، سمندروں میں اس کے اقتدار کے پرچم بلند ہیں، تو فضا میں اس کی کامیابیوں کی صدائیں گونج رہی ہیں، صحراؤں میں اس کی جدوجہد کے آثار نمایاں، تو دشت وجبل میں اس کی صلاحیتوں کے چراغ جل رہے ہیں، پوری دنیا سمٹ کر اور سکڑ کر ایک ایسی وسیع تجربہ گاہ میں تبدیل ہوگئی ہے جہاں ہرلمحہ مادی ایجادات اور ہر آن نئی نئی چیزوں کا وجود سامنے آرہا ہے، مگر ان تمام ترقیات اور کامیابیوں کے درمیان یہ اشرف المخلوقات کہاں کھڑا ہے، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اخلاق و کردار کی گراوٹ، فکر ونظر کی پستی، عمل اور بیداری کا فقدان تمام حدود کو یہ انسان پار کرچکا ہے، ایسے عالم میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی تلاش ایک کام ہے تقویٰ کے بغیر اعمال میں وہ چمک اور تاب نہیں آتی جو بارگاہ خداوندی میں زیادہ مقبولیت، زیادہ پسندیدگی اور زیادہ تقرب کا سبب بنتی ہے، آیئے پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹ چلیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے "واللّٰہ یحب الصابرین" اور اللہ کو صبر کرنے والوں سے محبت ہے۔ (سورۃ آل عمران)

انصاف کرنے والوں، پرہیزگاری کا مظاہرہ کرنے والوں اور توکل کو زندگی میں اختیار کرنے والوں کے بارے میں ابھی کچھ دیر پہلے میں آپ سے قدرے تفصیل سے عرض کرچکا ہوں، اللہ نے صبر

کرنے والوں کو بھی ان لوگوں کی صف میں شمار کیا ہے، جن لوگوں کو اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہے، مشکلات اور مصیبتوں کے زمانہ میں صبر کو اپنانا اللہ کی مرضی اور اس کے ایماء کے تحت خنداں پیشانی کے ساتھ تمام دشواریوں کا استقبال کرنا اور زبان حال سے یہ بتانا کہ اے اللہ! اے کریم، اے رحیم اور اے پالنہار! تیرے حکم کے سامنے ہم سرتسلیم خم کرتے ہیں، جو تیری مرضی وہ ہماری مرضی، جو تیری ایماء وہ ہماری ایماء اور ہماری مرضی اور ایماء کی حقیقت اور حیثیت ہی کیا، جو کچھ ہے وہ تیرا ہے، تو ہی دینے والا ہے، تو ہی ہر چیز کا مالک ہے، ہمیں یہ بات قطعی زیب نہیں دیتی کہ واویلا کریں، شور مچائیں، آہ وزاریاں کریں ہماری نجات سکوت میں اور ہماری فلاح صبر میں پوشیدہ ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے غلام ہیں، ہمیں ہمت عطا فرما اور تیری اس عطا کی وجہ سے ہم صبر کرنے والے بنیں اور پھر تیرے ہی فضل وکرم سے تیرے پسندیدہ بندوں کی فہرست میں ہمارا بھی نام درج ہو، حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے جس صبر کا مظاہرہ کیا کسی دوسرے سے اس کی توقع بھی نہیں جاسکتی، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام وغیرہ نے شدید مصیبتوں کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی تکلیفیں اٹھائیں، جتنی اذیتیں برداشت کیں اور مصائب کے جتنے طوفان کا سامنا کیا ان کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا، ہر مرحلہ میں آپ صبر ورضا کے پیکر بنے رہے اور اسی کی آپ نے تعلیم بھی دی ارشاد فرمایا:

جس پر مصیبت آئے (اور اسے صبر کرنا دشوار معلوم ہوتا ہو) وہ میرے مصائب کو یاد کرے (اس سے صبر کرنا آسان ہو جائے گا)۔

ظاہر ہے خدا کے برگزیدہ اور نبیوں کے سردار نے جو جسمانی، روحانی، دلی اور ذہنی تکلیفیں برداشت کیں ان کے سامنے کسی بھی دوسرے انسان کی مصیبتیں حقیر اور کمتر ہیں، مگر صبر میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال قائم فرمائی اور جس طرح زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی اور قیادت کا فریضہ انجام دیا اسی طرح مصائب کے مقابلہ میں صبر کی تعلیم بھی آپ کا امتیاز ہے، صبر کرنے والے کو مقام بلند حاصل ہوتا ہے اور فرمان نبوی کی روشنی میں دیکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ:

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے پاس مومن انسان کے لیے جب میں اس کی دنیوی محبوب چیز کو چھین لوں (اور وہ صبر کرے) سوائے جنت کے کوئی بدلہ نہیں۔

کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے صبر کا مظاہرہ کر سکتے ہیں، آگ برساتا سورج، تپتی ہوئی ریت اور حضرت بلال ہیں اور ان کو اس عالم میں زمین پر گھسیٹا جا رہا ہے، جسم زخمی ہے، شدید پیاس ہے اور بدترین مظالم مگر احد احد کی آپ صدائیں لگا رہے ہیں، صبر وثبات اور استقامت علی الدین کے آگے تمام مصائب ہیچ ہیں، آپ نے حضرت صہیبؓ کا نام سنا ہے، یہ وہی خبیب ہیں جن کو کفار نے تختہ دار پر لا کر کھڑا کر دیا موت چند انچ کے فاصلے پر ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے، ہر طرح انہیں ستایا جا چکا، اب یہ پیشکش کہ تمہاری جگہ العیاذ باللہ محمد کو پھانسی دیدی جائے اور تم آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے رہو، تو جانتے ہو اس جاں نثار رسول اللہ کے محبوب بندے نے کیا جواب دیا آج بھی اس بندۂ خدا کے یہ الفاظ زمین کے سینے پر نقش ہیں، آسمان کی پیشانی پر درج ہیں، تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں فرمایا:

خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔

حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی نے صبر کی حقیقت پر بڑے لطیف پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے، فرمایا بہت دنوں تک صبر کی حقیقت پر غور کرتا رہا تفسیریں بھی دیکھیں تشفی نہ ہوئی۔

پھر ذہن میں آیا کہ بڑے آرام کے لیے چھوٹی تکلیف برداشت کرنا یہی صبر کی حقیقت ہے کسی شخص کا پاؤں اتر گیا اس کو بٹھانے کے لیے اسے تکلیف برداشت کرنا یہی صبر کی حقیقت ہے، کسی شخص کا پاؤں اتر گیا اس کو بٹھانے کے لیے اسے تکلیف اٹھانی پڑے گی لیکن اس کے

بعد آرام مل جائے گا وہ اس آرام کے خیال سے یہ سب تکلیف برداشت کرتا ہے یہی دنیا کے مصائب کی حقیقت ہے۔

ان تمام تفصیلات کے بعد یہ بات تو آپ پر اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ کے یہاں صبر کرنے والوں کا درجہ کیوں بلند ہے اور وہ محبوبیت کے اس مقام پر کس طرح فائز ہوئے، قرآن توبہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمارہا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ "یقیناً اللہ تعالی محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے (سورہ بقرہ) جو لوگ گناہوں سے تائب ہوتے ہیں اور اللہ سے توبہ طلب کرتے ہیں، جو نادم اور شرمسار ہوتے ہیں، جن کے دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے اور جو اپنی تقصیرات کا اقرار واعتراف کرتے ہیں، خداوند عالم ایسے بندوں کو پسند فرماتے اور ان کو اپنا محبوب بناتے ہیں، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم، سچے دل سے معافی اور اللہ کی رحمتوں کی طلب اسی کا نام توبہ ہے، حضرت ابن عباسؓ توبۃ النصوح کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، آدمی دل میں شرمندہ ہو، زبان سے استغفار ہو اور دوبارہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ عزم ہو، قرآن کریم نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ "وَتُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا اَیُّہَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ" اور مؤمنوں سب خدا کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ، گناہوں کے دلدل میں انسان پھنس جائے اور معصیتوں کے گھیرے میں اس طرح گھر جائے کہ مایوسیاں اور ناامیدیاں ڈیرا ڈال لیں، تو صرف خداوند قدوس کے سامنے صدق دل سے توبہ کرے، اسی سے معافی مانگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا اسی سے وعدہ کرے اس وعدے کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش وجدوجہد کرے قدم لڑکھڑائیں اور ارادہ متزلزل ہو تو اس عہد کو یاد کرے، جو توبہ کے وقت اللہ سے کیا تھا، اس شرمندگی اور شرمساری کو محسوس کرے جو روز عدل وعدہ شکنی کی صورت میں اس کو اٹھانی پڑے گی، آپ کا اور ہمارا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ جب ہم آپسی معاملات طے کرتے ہیں تو زبان سے بھی کبھی تحریر میں بھی اور کبھی گواہوں کی موجودگی میں بھی کچھ شرائط اور ضوابط کو عہد اور وعدہ کی صورت دیتے ہیں جو فریق اپنے وعدہ سے انحراف کرتا ہے اس کو ندامت کا اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، سماج میں اس کے متعلق مشہور ہو جاتا ہے کہ یہ آدمی معاملات کا کھرا اور وعدے کا پابند نہیں ہے، سوسائٹی میں ایسے افراد کی کوئی قدر نہیں ہوتی بلکہ تحقیر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، دوسروں کا اعتماد جیتنے اور عوام الناس کا اعتبار حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وعدہ وفا کیا جائے۔

توبہ کی صورت میں آپ بھی اللہ سے ایک پیمان کر رہے ہیں اور اس پیمان کی بقاء اس میں مضمر ہے کہ جو کام نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہے اسے نہ کیا جائے اور اگر خدانخواستہ ہم پھر گناہوں کے مرتکب ہوں تو پھر سچے دل سے اپنے خالق کے حضور توبہ مانگی جائے ایسے ہی توبہ چاہنے والوں کی محبت کی نشاندھی اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں فرمائی ہے۔

اپنے موضوع اور عنوان کے اعتبار سے اپنی بات کو کہنے کے لیے مجھے کافی وقت درکار ہے اور قرآن کریم نے اللہ کے مقبول بندوں کے بارے میں متعدد مقامات پر تذکرہ فرمایا ہے کہیں پر حکم ہوا" اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ" کہیں پر فرمایا "وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُطَّہِّرِیۡنَ" احسان کرنے والوں سے بھی اس کو محبت، پاک وصاف رہنے والے بھی اس کے محبوب، جو اس کی راہ میں اپنی جان قربان کرتے ہیں اور مل کر لڑتے ہیں وہ بھی اس کے پسندیدہ ہیں، اسی لیے ارشاد ہوا "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ" یہ سب اللہ کے وہ بندے ہیں جن کو اللہ سے محبت ہے، انہوں نے اس راستے کا انتخاب کیا جو خالص اللہ کا راستہ ہے، وہ توابین بنے تب، وہ متوکلین بنے تب، مقسطین بنے تب، متقین بنے تب، ان کے ہر عمل میں اللہ کی محبت غالب تھی، اسی لیے اللہ نے ان کو اپنی محبوبیت کی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا اور واضح طور پر بتادیا کہ "قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ" محبت کروگے تو محبت ملے گی، باغی اور مفسد بنوگے تو اس کے یہاں ایسے لوگوں کی کوئی قیمت نہیں، اعلان کر دیا کہ " اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ

الْـمُـفْسِـدِيْنَ " نہ وہ حد سے گزرنے والوں کو اپنا مقرب بناتا اور نہ بیجا اسراف کرنے والوں کی اس کی یہاں کوئی توقیر ہے " اِنَّـهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ " وہ ظالموں کو اپنا دوست نہیں بناتا، ظلم کرنے والے اس کے یہاں تحسین کی نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے، اس نے کھول کر بتا دیا " وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ " مومنوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے خالق اور اپنے رب کے ساتھ قوی محبت رکھتے ہیں، اسی لیے قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے " والذين آمنوا اشد حُباللّٰه " اور یہ بھی کان کھول کر سن لو کہ اگر تم نے اس کے حکم سے روگردانی کی تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا جو مطیع بھی ہوگی اور بردبار بھی، اطاعت گزار بھی اور اطاعت شعار بھی " وَان تتولوا يستبدل قوما غيركم ثم لايكونوا امثالكم " اسی مفہوم کو قرآن کریم نے دوسرے موقع پر بھی ادا کیا ہے " ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين " خسارے اور نقصان میں رہیں گے وہ لوگ دربار الٰہی میں اسلام کے سوا کوئی اور جواز لے کر حاضر ہوں گے کفر اور شرک کو چاہئے جتنا خوبصورت بنا کر اور ملمع چڑھا کر پیش کیا جائے وہ ہرگز ہرگز قبول نہیں، اپنے آخری رسول کے ذریعہ خداوند عالم نے یہ پیغام چودہ سو برس پہلے پہنچا دیا تھا کہ "اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً" دین مکمل کر دیا گیا نعمتوں کا اتمام ہو گیا اور اسلام کو بطور مذہب اور دین کے اختیار کر لیا گیا اب اس دین کے سوا کسی دین کی پوچھ نہیں، کسی مذہب کا اعتبار نہیں اور کسی علیحدہ مکتب اور علیحدہ فکر کی ستائش نہیں قیامت کے آخری ساعتوں تک صرف اسلام ایک ایسا مذہب بنا دیا گیا جس کی اتباع کے بعد ہی کامرانی اور کامیابی کے دروازے کھلیں گے، نعمتوں اور رحمتوں کا نزول ہوگا، قربت اور نزدیکی انہی کا نصیب بنے گی اور ایسے ہی لوگ ہوں گے جن کا زمین میں بھی چرچا ہوگا، اور آسمان پر بھی، حضرت کعب احبارؒ کہتے ہیں کہ دنیا کے لوگوں کے دلوں میں کسی شخص کی تعریف اس وقت تک نہیں اترتی جب تک آسمان والوں میں اس کی تعریف کا چرچا نہ ہو جائے۔

اللہ کا محبّ بننے کے لیے آدمی کو ایثار کی جفاکشی اور وفا شعاری کا ثبوت پیش کرنا ہوگا اللہ اور اس کے رسول کے محبوب بننے کا ایک آسان نسخہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے: مَن سره ان يحب اللّٰه ورسوله او يحبه الله ورسوله فليصدق في حديث اذا حدث وليود امانه اذا أوتمن وليحسن جواره من جاوره "

جسے یہ پسند خاطر ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا خدا اور اس کے رسول کا محبوب بن جائے تو وہ جب بولے سچ بولے اور جب اسے امین بنایا جائے تو امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

اسلام بلاشبہ جامع اور کامل مذہب ہے، انسانی زندگی کے تمام رشتوں، تقاضوں، مطالبوں اور نزاکتوں پر گہری نظر ہے وہ ہدایت کا سرچشمہ اور رہنمائی کا مرکز ہے، یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ نے کسی پہلو کو تشنہ اور نامکمل نہیں چھوڑا، ہر قدم پر قیادت کا فریضہ انجام دیا اور ہر مرحلہ پر رہبری کی ذمہ داری نبھائی آپ اور ہم جس رسول کے نام لیوا جس اللہ کے پرستار اور جس قرآن کے ماننے والے ہیں اس نے بہت سی ذمہ داریاں ہمارے لیے متعین کی ہیں اور بہت سے کام ہمیں انجام دینے ہیں۔

رسوخ فی العلم

علماء نے حقیقی عالم کی چار اہم صفات بیان فرمائی ہیں:

(۱) اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تقویٰ کا معاملہ کرنا۔
(۲) اپنے اور لوگوں کے درمیان تواضع اور انکساری کا معاملہ کرنا۔
(۳) اپنے اور دنیا کے درمیان بے رغبتی کا معاملہ کرنا۔
(۴) اپنے اور اپنے نفس کے درمیان مجاہدہ کا معاملہ کرنا اور آرام طلبی کو چھوڑ دینا۔

مکتوبات اکابر

مکتوبات حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری ایک نیازمند کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری مقیم خانقاہ رائے پور ضلع سہارنپور سے ملاقات وتعارف تو رائے پور کے زمانہ قیام میں ہوا، جب نامہ سیاہ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں زیر تعلیم تھا، اور حضرت شیخ ومرشد الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی خدمت اقدس میں رہتا تھا، تب معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب ایک بزرگ ہیں اوران کے والد حضرت حافظ محمد ایوب صاحب شیخ ومرشد حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے برادر اکبر تھے، جو ستودہ صفات، سلیم الفطرت، نیک خصال اور خاموش طبیعت کے حامل انسان تھے، اللہ تعالی نے ان کو بہت سی صفات سے نوازا تھا، قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب کو ان کا نور نظر فرزند ارجمند ہونے کا اور حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کا بھتیجہ اور خلیفہ مجاز ہونے کا شرف حاصل ہے، اس طرح حضرت مفتی صاحب خاندانی طور پر بھی نیک طبیعت اور بزرگانہ مزاج کے حامل انسان ہیں، آپ ایک عرصے تک جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں استاذ ومفتی کی حیثیت سے دینی وعلمی خدمات انجام دیتے رہے، مظاہر علوم کے اختلافات کے زمانہ میں غیر جانبدار ہو کر یکسو ہو گئے تھے اور پھر اپنی تمام تر توجہات روحانی ترقی اور مدارج سلوک کے طے کرنے میں صرف کیں، آپ کے مزاج میں صفائی، ستھرائی، نظم وضبط، حلم وتواضع اور یکسوئی جیسی صفات سمائی ہوئی ہیں، روحانیت اور اپنے اعلی اخلاق وکردار اور ربانی صفت کی بنا پر خانقاہ رائے پور میں مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں، آپ کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت بابرکت میں رہنے اوران کی مجلسوں اور صحبتوں سے کسب فیض کا بھی موقع ملا ہے، نیز حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خانقاہی ماحول میں آپ کو اور حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوری سابق ناظم اعلی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو جوڑی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

راقم سطور کو حضرت مفتی صاحب سے مناسبت ومحبت اپنے شیخ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے زمانہ میں ہوئی، بلکہ بعض مرتبہ راقم بھی حضرت حافظ صاحب کے ساتھ سفر میں ہوتا اور حضرت مفتی صاحب بھی، حضرت مفتی صاحب کی یہ کیفیت دیکھی کہ حضرت حافظ صاحب تو لوگوں میں مشغول، کسی کو تعویذ دے رہے ہیں، کسی کو پانی پر دم کر کے دے رہے ہیں، اور کسی کا دکھڑا سن رہے ہیں، اس کے لیے دعائیں کر رہے ہیں، اس کو تسلی دے رہے ہیں اور حضرت مفتی صاحب خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ کسی کونہ میں بیٹھے ہوئے ہیں، ایک مرتبہ یہ لطیفہ پیش آیا، راقم نے کہیں پڑھا یا سنا تھا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو جب بعض مرتبہ لوگ تعویذ کے سلسلہ میں پریشان کرتے تو صرف بسم اللہ لکھ کر کے دیتے اور شاید کبھی خالی کاغذ بھی موڑ کر دیتے (واللہ اعلم) اور لوگوں کو فائدہ ہوتا، تو چونکہ حضرت حافظ صاحب کے ساتھ راقم سطور تھا اور حضرت مفتی صاحب بھی اور حضرت حافظ صاحب سے تعویذ لینے والوں کا ہجوم تھا اور تعویذ لکھنے کا کام میرے سپرد تھا، تو بعض جگہ اس نامہ سیاہ نے بھی لوگوں کے ہجوم میں پہلے تو صرف بسم اللہ لکھ کر اور پھر زیادہ بھیڑ میں خالی کاغذ موڑ

کر لوگوں کو دئے ، جس کا اظہار میں نے حضرت مفتی صاحب کے سامنے کر دیا، حضرت مفتی صاحب نے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ تو دھوکہ ہوا، مگر میں نے اپنی نادانی اور قیاس سے یہ کام کیا، اللہ معاف کرے، اس واقعہ کو بھی کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب مجلس میں بیان فرمادیتے، جب نامہ سیاہ ۱۹۹۵ء میں لکھنؤ تعلیم حاصل کرنے گیا، ندوہ العلماء لکھنؤ کا پہلا سال تھا، تو تمام بزرگوں کو خطوط لکھے، اسی موقع پر حضرت مفتی صاحب کو بھی ایک عریضہ تحریر کیا، جس میں اپنے لیے دعا کی بھی درخواست کی اور اسی وقت اپنی مطبوعہ کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' بھی حضرت مفتی صاحب کو بھیجی تھی، اس کی بھی اطلاع دی، جس پر حضرت مفتی صاحب کی طرف سے یہ محبت نامہ موصول ہوا:

۱- ۶/رجمادی الثانی باسمہ تعالیٰ

مکرمی سلام مسنون

والا نامہ موصول ہوا، آپ کی خیرت معلوم ہوکر بہت مسرت ہوئی، آپ کی مؤلفہ کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' موصول ہوگئی، حق تعالیٰ شانہ آپ کو ہر طرح کی عافیت اور ترقیات سے خوب نوازے آمین، یہاں پر سب خیرت ہے چچا (حضرت حافظ عبدالرشید صاحب) بھی بخیر ہیں، کمزور ہیں۔

والسلام

۱۹۹۵/۳۱ عبدالقیوم

خانقاہ رحیمی رائے پور

آئندہ سال اکتوبر ۱۹۹۶ء میں حضرت مفتی صاحب کو خط لکھا اور اس کا اظہار کیا کہ راقم چھٹی میں رائے پور حاضر ہوا، مگر ملاقات نہ ہوسکی، نیز اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کی، جس کا جواب غالباً حضرت مفتی صاحب نے ۲۰/اکتوبر کی شب میں مندرجہ ذیل تحریر فرمایا:

۲- باسمہ تعالیٰ

عبدالقیوم خانقاہ رائے پور

مکرمی سلام مسنون!

گرامی نامہ موصول ہوا، خیریت معلوم ہوکر مسرت ہوئی، آپ رائے پور تشریف لائے ملاقات نہ ہوسکی، بہت افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو روحانی وجسمانی جملہ امراض سے شفائے کلی عطا فرمائے آمین۔

۱۶/اکتوبر کو راؤ عطاء الرحمٰن صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندوی) کو خط لکھ دیا ہے، باقی سب خیریت ہے، حاضری کا پروگرام بنا رہا ہوں، قریب میں حضرت مولانا کہیں سفر پر تو نہیں جارہے ہیں، مطلع فرمائیں حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندوی) کی خدمت عالیہ میں سلام ودعاء کی درخواست فرمادیں، حضرت (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) سے ملنے کو بہت جی چاہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ والسلام

۲۰/اکتوبر ۱۹۹۶ء عبدالقیوم

خانقاہ رحیمی رائے پور

اس کے بعد بہت سے خطوط لکھے، ان کے جوابات میرے کاغذات میں کہیں ہوں گے، مجھے صرف یہ دو جواب ہی مل سکے، جو یہاں نقل کر دئے گئے، اس کے بعد جب بھی راقم لکھنؤ سے گھر آتا تو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا، حضرت مفتی صاحب بھی یکسو ہوجاتے اور دل بھر کے باتیں کرتے اور شیخ ومرشد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وکیفیات معلوم کرتے اور ان کا ذکر جمیل طویل تر ہوجاتا، جب بھی حاضری ہوتی تو حضرت مفکر اسلام کا ذکر ضرور آتا اور حضرت مفتی صاحب ان کے واقعات ضرور سناتے بلکہ بعض مرتبہ تو ارشاد فرمایا کہ اب یہاں (رائے پور میں) کچھ نہیں، سب رائے بریلی میں منتقل ہوگیا ہے، اور اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کی طبیعت میں تقاضہ ہوتا کہ لکھنؤ یا رائے بریلی مفکر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوں اور میرے ساتھ جانے کو ترجیح دیتے، چنانچہ پھر کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک دو مرتبہ خود بھی خدام کے ساتھ گئے، راقم لکھنؤ میں ہی تھا، تو وہاں ساتھ رکھا، بلکہ کئی مرتبہ یہاں سے حضرت

مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری خلیفہ حضرت رائے پوری بھی ساتھ گئے، حضرت مفکر اسلام بھی بھرپور اکرام کرتے اور ان حضرات کا خصوصی خیال فرماتے، بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ بہت سے متعلقین اور مریدین کے ساتھ لکھنؤ گئے اور وہاں بعض خدام نے سیب وغیرہ کاٹ اور چھیل کر حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب کے لیے رکھے، تو اس میں سے حضرت مفتی صاحب یہ کرتے کہ ایک ایک قاش اٹھا کر اس نامہ سیاہ کو دیتے، راقم ایک طرح شرمندہ بھی ہوتا اور ایک طرح فخر کے ساتھ خوش بھی ہوتا، ایک مرتبہ لکھنؤ سے دونوں بزرگوں کے ساتھ ہردوئی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی، جہاں حضرت محی السنۃ نے ان اکابر کا خصوصی اکرام کیا، جن کی معیت میں نامہ سیاہ کی بھی قسمت برآئی، اور حضرت محی السنۃ کے فیض سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا، اللہ تعالی قبول فرمائے، غرضیکہ حضرت مفتی صاحب کی اس ناکارہ پر بڑی نوازشیں ہونے لگیں، جس کی بنا پر کئی مرتبہ حضرت مفتی صاحب غریب خانہ پر بھی تشریف لائے، راقم کی شادی کے موقع پر ولیمہ میں شرکت فرمائی، اس کے بعد جب راقم نے ایک دینی ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا تو اس کے سنگ بنیاد میں شرکت کے لیے بھی تشریف لائے، اس کے بعد جب بھی کوئی پروگرام ہوا تو حضرت مفتی صاحب کو دعوت دیدی حضرت مفتی صاحب تشریف لے آئے، اس وقت حضرت مفتی صاحب کے دم ونفس گرم سے رائے پور کی خانقاہ آباد ہے، لوگ آتے ہیں، ذکر ہوتا ہے اور حضرت مفتی صاحب کی صحبت ومجلسوں سے فیض یاب ہوتے ہیں، آج کل حضرت مفتی صاحب کو کمزوری اور نسیان کا عارضہ لاحق ہے، مگر ساری نمازیں مسجد میں ادا کرتے ہیں، معمولات میں کوئی فرق نہیں، لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی پیدائش جنوری ۱۹۳۳ء میں ہوئی، مظاہر علوم میں تعلیم مکمل کی اور کچھ دنوں تک مدرسہ خادم العلوم باغوالی ضلع مظفر نگر میں پڑھایا، پھر اکابر کے مشورہ سے مظاہر میں تشریف لے آئے، پھر مظاہر سے یکسو ہونے کے بعد خانقاہ رائے پور کو آباد کئے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالی حضرت مفتی صاحب کا سایہ تادیر صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھے، اور اس نامہ سیاہ کو اپنے پاک لوگوں میں شامل فرمائے اور ایمان کامل پر اپنی رضا کے ساتھ خاتمہ فرمائے۔

نصاب تعلیم کا دائرہ عمل

ہمارے نصاب تعلیم کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ یہ نصاب اپنی خوبیوں اور امتیازات کے باوجود دیگر ضروریات کو مکمل نہیں کرتا، کوئی ایسا شخص جو ذمہ دار اور حقیقت پسند ہو یہ نہیں کہہ سکتا، کہ ہمارا نصاب تعلیم زندگی کی تمام ضروریات پر حاوی ہے، ہمارا نصاب تعلیم بھی اس کا مدعی اور ضامن نہیں، نصاب تو در حقیقت اس ملکۂ خاص کا ضامن ہے، جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر رہنمائی وقیادت کا کام انجام دے سکے اور انسان کے اندر اتنی استعداد پیدا کردے کہ وہ کتابوں سے فائدہ اٹھا کر نتائج اخذ کر سکے، وہ زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا، قدیم نصاب تعلیم نے بھی یہ دعوی نہیں کیا، اگر چہ ہمارے نصاب میں ملکہ پیدا کرنے کی خصوصیت ہے، لیکن زندگی کے ہر مرحلے میں ہر انسان کی صحیح رہنمائی کر سکے، اس کا وہ بھی مدعی نہیں، آج ماہرین تعلیم کے سامنے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے کہ نصاب تعلیم کے علاوہ طلبہ کے لیے ایسی کیا چیز مہیا کی جائے جو زندگی اور منصب ومرتبے کے تقاضوں کو پورا کرے اور جس ماحول میں ان تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہو اس ماحول سے صحیح رابطہ پیدا کر سکے، یہ مسئلہ مغرب کے دانشوروں سے لے کر مشرق کے عالموں تک سب کے لیے ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ (حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

تاریخ کے دامن سے

دوسری اور آخری قسط

عہد وسطیٰ کے ماہرین امراض چشم

محمد زکریا ورک (کنگسٹن کینیڈا)

سرجری کا ابوالآباء:

شہرہ آفاق طبیب ابوالقاسم زہراوی (1009ء قرطبہ) کو سرجری کے فن کا ابوالآباء کہا جاتا ہے، اس نے فن طب میں آپریشن کا طریقہ جاری کیا اور فن جراحت میں کمال پیدا کیا، اس نے بہت سے امراض کا علاج بجائے دواؤں کے آپریشن سے کیا، زہراوی سے پہلے علاج بالدواء کا طریقہ جاری تھا، کینسر کے علاج کا طریقہ بتلایا، اس نے آپریشن کے اصول اور قواعد مقرر کئے، سب سے نازک ترین آپریشن آنکھ کا ہوتا ہے، اس نے آنکھ کے آپریشن کے اصول، طریقے اور خطرات سے آگاہ کیا، اس نے موتیا بند کے آپریشن کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا، اس کی شاہکار کتاب ''تصریف لمن عجز من التالیف'' کا انگلش ترجمہ عربی متن کے ساتھ برطانیہ سے شائع ہو چکا ہے، جراحت کے موضوع پر یہ کتاب تیس ابواب میں ہے، اس نے یہ کتاب پچاس سال کی میڈیکل پریکٹس کے بعد قلم بند کی، اس میں جراحی کے دوسو اوزاروں کی ڈایاگرام دی گئیں ہیں اور تیس کے قریب اوزاروں کی ڈایاگرام ایسی ہیں جو اس نے سرجری کے دوران خود استعمال کئے تھے۔

محمد ابن منصور زریں دست (الجرجانی) سلجوق سلطان ابوالفتح ملک شاہ (1093ء) کے دور حکومت میں افضل ترین ماہر امراض چشم تھا، اس نے فارسی میں امراض چشم پر زبردست کتاب ''نور العیون'' 1088ء میں مکمل کی جو اس موضوع پر انسائیکلو پیڈیا تھی، جرمنی عالم ہرش برگ (Hirschberg) نے اس کا جرمن میں ترجمہ کیا جو لیپ زگ سے 1905ء سے شائع ہوا تھا۔

ایک اور ماہر امراض چشم سمیع الدین نے گلاؤ کوما (Glaucoma) سے ہونے والے سر درد بیان کو کیا تھا، گلاؤ کوما میں آنکھ کی پتلی پھیل جاتی ہے اور رفتہ رفتہ بینائی ختم ہو جاتی ہے، عمار ابن علی موصیلی عراق کا رہنے والا تھا مگر مصر نقل مکانی کر گیا تھا، وہ قاہرہ میں خلیفہ الحاکم (عرصہ حکومت 1020-996ء) کا شاہی طبیب تھا، وہ اپنے دور کا مسلمہ ماہر امراض چشم تھا، جس کی کتاب ''المنتخب فی علاج العین'' میں امراض چشم اور ان کے علاج منطقی طریق سے بیان کئے گئے تھے، کتاب میں 48 آنکھ کے امراض پر روشنی ڈالی گئی تھی، نیز بعض ایک کلینکل کیسز اور سرجری کے آلات کا ذکر کیا گیا تھا، کتاب کا سرجری والا حصہ نہایت مفید اور اہم تھا جس میں موتیا بند کے چھ قسم کے آپریشن اور سافٹ موتیا بند کیلئے پچکاری (سکشن) کا طریقہ استعمال دیا گیا تھا Heintroduced metallic needle through the sclerotic and extracted the lens by suction. یورپ میں یہ ایجاد انیسویں صدی میں ہوئی تھی۔

ابو جعفر احمد ابن محمد الغافقی (1165ء م) قرطبہ کے نزدیک قریہ غفیق کا رہنے والا فزیشن اور ماہر نباتات تھا، طب میں اس کی کتاب ''الادویاء المفردۃ'' بہت مشہور تھی، اس کتاب کے دو خلاصہ جات احمد ابن علی جمہوری اور ابوالفرج نے تیار کئے تھے، امراض چشم پر بھی اس نے ''نور العین'' کتاب لکھی تھی جس میں آلات کی تصاویر جگہ جگہ دی گئیں تھیں، مائیر ہاف (Meyerhof) نے اس مفید کتاب کا انگلش میں ترجمہ کیا تھا۔

سعد ابن منصور اسرائیلی ابن کمان پیدائشی یہودی تھا مگر مشرف بہ

اسلام ہوا، منطق پر اس نے ''حکمت الجدیدۃ'' لکھی، ایک رسالہ روح کے لافانی ہونے پر، ایک رسالہ ابن سینا کی الاشارات پر، سہروری کی کتاب تلویحہ کی شرح، امراض چشم پر الکافی الکبیر، نصیر الدین طوسی کی تلخیص محصل پر نوٹس، کیمسٹری پر تذکرۃ الکیمیا، دائرہ اسلام میں آنے کے بعد اس نے ایک کتاب میں اسلام، نصرانیت، یہودیت کا موازنہ پیش کیا یعنی ''تنقیح الابحاث فی بحث عن الملل الثلاث'' اس کا جرمن میں ترجمہ برلن سے 1893ء میں شائع ہوا تھا۔

اندلس کے جلیل القدر مصنف اور شارح ارسطو، قاضی ابن رشد قرطبی (Averroes،1126-1198) نے طب پر اپنی تصنیف ''کلیات فی الطب'' کے ابواب 2:15 اور 3:38 میں آنکھ پر مفصل روشنی ڈالی اور بعد تحقیق یہ بات کہی کہ آنکھ میں پردہ بصارت نہ کہ عدسہ فوٹو ری سیپٹر کا کام کرتا ہے، یہ پردہ بصارت نیٹ ورک آف بلڈ ویسلرز ہوتا ہے:

The retina and not the lens photo-recepter in the eye was the: اس موضوع پر مزید دلچسپی رکھنے والے قاری عاجز کی کتاب ''ابن رشد، جدید سوانح اور کارنامے، لاہور ۲۰۰۶ء'' کا مطالعہ کریں، یا جرنل آف دی ہسٹری آف سائنس میں چونکا دینے والا مضمون: Averroes view on the retina- Journal of the History of Medicine, # 24, 1969۔

یہ رسالہ کوئینز یونیورسٹی کنگسٹن کی میڈیکل لائبریری میں موجود ہے جس کا راقم مضمون نے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

خلیفہ ابن ابی المحاسن حلابی (1260ء) شام کا امراض چشم کا ڈاکٹر تھا جس نے امراض چشم پر تفصیلی کتاب ''الکافی فی الکحل'' (فی خلعت) 1256ء میں لکھی، کتاب کے شروع میں ان کتابوں کی فہرست دی جو اس سے پہلے اس موضوع پر شائع ہو چکی تھیں، کتاب میں 36/آلات کی ڈایاگرام دیں جو آنکھ کے ڈاکٹر کیلئے ضروری ہوتے ہیں، ہر آلے کا نام دیا اور اس کی وضاحت پیش کی، اس نے دماغ اور اس کے ممبرین کی ڈایاگرام دی، آنکھ اور اعصاب بصر کی تصویر دی اور بتلایا کہ دائیں آنکھ، بائیں آنکھ سے کنٹرول ہوتی ہے اور بائیں آنکھ دائیں آنکھ سے، اس نے گلاؤ کوما کے بہت سارے آپریشن بیان کئے تھے۔

قاضی فتح الدین قیسی (1259ء) مصر کا ماہر امراض چشم جس کا والد سلطان الکامل کا شاہی طبیب تھا، اس کا لقب رئیس الاطباء بدیار المصر یہ تھا، بشمول سلطان صلاح الدین کے وہ دو ایوبی حکمرانوں کا شاہی طبیب رہا، اس نے کتاب ''نتیجہ فکر فی علاج امراض البصر'' لکھی، اس کتاب کا ایک نایاب مخطوطہ جس پر، ۵ جمادی الاول ۹۰۷ء (16November1501) کی تاریخ لکھی ہوئی ہے، امریکہ کی نیشنل لائبریری آف میڈیسن (میری لینڈ) میں موجود ہے، کتاب کا آخری باب کمزور نظر اور آنکھ کی صفائی پر تھا، اس نے اپنے مصادر کا حوالہ نہیں دیا تھا، کتاب میں 124 آنکھ کے عوارض کا علاج دیا گیا، یہ کتاب 15/ ابواب میں تقسیم تھی:

(1)conjunctiva (2)cornea (3)aqueous humor (4)uvea (5)arachnoid (6)lens (7)albuminoid (8)vitreousbody (9)retina (10)choroid & sclerotic (11)opticnerve (12) musceles of eyeball (13)eyelidsglands (15)weakness of eyesight and hygiene.

اسلامی اسپین کا ضیاء الدین ابن بیطار (1270ء) قرون وسطیٰ کا سب سے مشہور فارماسسٹ اور ماہر نباتات تھا، اس نے نباتات کا علم ذاتی مشاہدات اور تجربات سے حاصل کیا تھا، 1219ء میں اس نے تحقیق کیلئے اسپین، مصر (دس سال)، عرب، شام، عراق کی سیاحت کی تاکہ جڑی بوٹیوں کے نمونے اکٹھے کر سکے، اس کے شاگردوں میں سے ایک مشہور شاگرد ابن ابی اصیبعہ تھا، جس نے 600 مسلمان اطباء کی سوانح حیات کی ڈکشنری ''عیون الانباء فی طبقات الحکماء'' تیار کی تھی، اس کی کتاب الجامع المفردات الادویہ الاغذیہ (مطبوعہ قاہرہ 1291ء) میں 1400 سے زیادہ جڑی بوٹیوں اور نباتات کو بمطابق حروف ابجد ترتیب دیا گیا تھا، اس نے نباتات کی معرفت، حصول ناموں کی قسموں کے اختلاف، مقام پیدائش پر روشنی ڈالی جن میں سے دوسو کے قریب

جڑی بوٹیاں اس سے قبل نامعلوم تھیں، کتاب میں 150 مسلم اسکالرز و اطباء کے حوالے اور بیس یونانی اطباء کے حوالے دئے گئے ہیں اور ان کی تصنیفات میں موجود غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، اس کا لاطینی ترجمہ 1758ء میں اٹلی سے شائع ہوا، اس مستند کتاب کا عربی سے اردو میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے، ابن بیطار نے الغافقی کی امراض العین پر مکمل کتاب کو اپنی شاہکار کتاب میں ہو بہو نقل کر دیا تھا۔

نصیر الدین الطوسی (1201-1274) نے بصریات پر دو ٹھوس رسالے لکھے (۱) المباحث فی انعکاس الاشاعت و انعطاف (2) تحریر المناظر، علاؤالدین ابن نفیس القرشی (1289ء دمشق) شام کا عظیم المرتبت فزیشن تھا، اس نے بقراط، حنین ابن اسحٰق، ابن سینا کی طبی کتابوں کی شرحیں لکھیں، خود اس نے امراض چشم کے علاج، اور غذا پر ''کتاب المختار من الاغذیہ'' لکھی، اس نے اپنے مشاہدے اور تحقیق کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ غذا کا انسان کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے اور کیا چیز کھانے سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، آنکھوں کی بیماریوں پر اس کی کتاب ''شرح الاسباب'' بڑی اہمیت رکھتی ہے، جس میں بیماریوں کے بارے میں نئی معلومات فراہم کی گئیں تھیں؛ لیکن اس عالم بے بدل کی شہرت کتاب معجز القانون (معجز فی الطب) کی وجہ سے ہے جس کے کئی تراجم ہوئے اور سپر کمن ٹریز لکھی گئیں۔

''حل معجز'' کے نام سے حکیم السویدی نے شرح لکھی، حل معجز کا ایک بیش قیمت مخطوطہ نیشنل لائبریری آف میڈیسن، میری لینڈ، امریکہ میں موجود ہے، ترکش میں اس کا ترجمہ مصلح الدین سروری (1561ء) نے کیا، شرح تشریح ابن سینا، القانون کے اناٹومی کے حصہ پر ہے، ہیرات کے مولوی محمد سلیمان کا تیار کردہ ''معجز'' کا ایڈیشن کلکتہ سے 1828ء میں شائع ہوا تھا، لکھنؤ سے 1871ء میں اس کی فارسی شرح ''کشف الرموز'' از احمد الدین لاہوری 1905ء منظر عام پر آئی اور تشریحی نوٹس کے ساتھ لکھنو سے 1906ء میں۔

صلاح الدین ابن یوسف الکحل بن حما (1296ء، حما کا آنکھوں کا ڈاکٹر) نے آشوب چشم پر اپنے فرزند کیلئے ''نور العیون و جامع الفنون'' لکھی جس میں اس نے اپنے دور حیات تک ہونے والے تمام آنکھوں کے ڈاکٹروں کی فہرست دی تھی، کتاب دس مقالہ جات میں تقسیم تھی:

۱- آنکھ کی تعریف ۲۲/ابواب میں اس کی اناٹومی بشمول تقاطو الثالبی آنکھ کی ڈایاگرام۔

۲- ویژن، تھیوری آف ویژن۔

۳- امراض چشم، وجوہات، علاج۔

۴- آنکھ کی صفائی، پلکوں کا فائدہ۔

۵- Affections of canthi

۶- Affections of conjectiva

۷- Affections of cornea

۸- Of uvea, of cataract

۹- Intangible affections

۱۰- آنکھ کے علاج کی سادہ ادویاء۔

قطب الدین شیرازی 1236-1311 نے طب کی تعلیم اپنے والد اور پھر بعد میں چچا سے حاصل کی جو شیراز کے مظفری ہسپتال میں فزیشن تھا، قطب الدین کو شیراز کے ہسپتال کے آنکھوں کے ڈاکٹر کی پوسٹ پر متعین کیا گیا جہاں وہ بارہ سال تک کام کرتا رہا، اس نے آنکھوں کے امراض و علاج پر کتاب لکھی تھی (Medicine in Persia by C.Elgood, page 66,1934) شیرازی نے جن موضوعات پر خامہ فرسائی کی وہ یہ ہیں: Retina, Optic, chiasma, optic nerve، اس نے تھیوری آف ویژن بھی پیش کی، اس نے ابن الھیثم کے کیمرہ آب سکیورا (camera obscura) پر مزید تحقیق اور تجربات کئے اور کہا کہ تاریک کمرے میں دیوار میں چھوٹے سے سوراخ سے روشنی کے آنے پر دیوار پر جو عکس بنتا ہے وہ سوراخ کے سائز پر منحصر ہوتا ہے، سوراخ جتنا چھوٹا ہوگا عکس اتنا ہی صاف و شفاف بنے گا، اس نے فضائی علم تناظر، روشنی کے انعطاف اور رنگوں کے اثرات پر سیر حاصل بحث کی، اس کا

سب سے بڑا کارنامہ علم المناظر (آپٹکس) میں قوس وقزح کے وقوع ہونے کی سائنسی توجیہ بیان کرنا ہے، اس کے عبقری شاگرد کمال الدین فارسی نے "تنقیح المناظر" لکھ کر ابن الہیثم کی بعض تھیوریز کی تصحیح کی، کمال الدین نے جن مسائل کو زیر بحث بنایا وہ یہ ہیں: retina, optic, chiasma, optic nerve اس نے تھیوری آف ویژن میں اضافے کیئے۔

چودھویں صدی کے مصری ڈاکٹر ابراہیم شاذ یلی نے کتاب العمدہ الکحلیہ فی امراض البصر یہ لکھی جس کا استعمال مصر کے میڈیکل کالجز میں درسی نصاب کے طور پر ہوتا تھا، کتاب پانچ حصوں میں تقسیم تھی، اس نے تھیوری آف ویژن میں قابل قدر اضافے کیئے، اس نے انکشاف کیا کہ انسانی آنکھ اور دماغ کا گہرا تعلق ہے، نیز یہ ہر قوم اور نسل کے لوگوں میں آنکھ کا رنگ مختلف ہوتا ہے، اس نے مصر میں ہونیوالی آنکھ کی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے ٹریکوما(Trachoma) کے چار مراحل بتلائے، اس نے قبض، ماہواری کے بند ہوجانے، اور سر درد کا آنکھوں پر اثر بیان کیا۔

ہندوستان میں یہ فن قاضی نفیس الدین ابن زبیر (بارہویں صدی) ہندوستان کا مشہور زمانہ فزیشن اور سرجن ہونے کے علاوہ امراض چشم کا ماہر بھی تھا، مصر کے ہسپتال بیمارستان میں جو فزیشن کام کرتے تھے ان کی فہرست میں اس کا نام بھی شامل تھا، ہندوستان کے حکمران محمد بن تغلق اور فیروز شاہ طب میں شغف رکھتے تھے، فیروز شاہ نے ایک کتاب طب فیروز شاہی لکھی جس میں ان امراض کا ذکر تھا جو القانون میں نہیں تھیں، وہ آنکھ کی سرجری اور امراض میں بھی دلچسپی رکھتا تھا، اس نے آنکھوں کے علاج کیلئے خاص قسم کا کاجل سانپ کی کھال اور جڑی بوٹیوں سے تیار کیا، جس کا نام "کحل فیروز شاہی" تھا، آنکھوں کے امراض کے لئے کاجل ہندو پاکستان میں عام استعمال کیا جاتا ہے، کاجل سب سے پہلے کس نے بنایا، طبی نقطہ نظر سے اس کے کیا فوائد ہیں؟ اس موضوع پر اگر کوئی تحقیق کر سکے تو زائد علم کا باعث ہوگا۔

امراض چشم پر مسلمان اطباء کے نتیجہ فکر سے صفحہ قرطاس پر جو سکہ بند کتابیں منتقل ہوئیں ان کی تفصیل ہمارے دور کے پاکستان کے طبیب حاذق حکیم محمد سعید کی کتاب فارمیسی اینڈ میڈیسن تھرو دی مڈل ایجز (Pharmacy & Medicine Through the Middle Ages)۔ میں صفحات 112-103 پر اس طرح درج ہے:

العشر مقالات فی العین:	حنین ابن اسحٰق
تذکرۃ الکحالین:	علی ابن عیسیٰ
کامل الصناعۃ:	علی ابن عباس مجوسی
کتاب الحاوی، کیفیہ الابصار:	زکریا الرازی
کتاب فی ہیئتہ العین، مقالہ فی علاج العین بالحدید:	زکریا الرازی
غنی ومنیٰ:	الحسن القمری
نور العین:	زریں دست
کتاب المناظر:	ابوالحسن ابن الہیثم
کتاب العیون:	ابوجعفر طبری
نور العین ثانی:	صلاح الدین ابن یوسف
القانون فی الطب:	حکیم بوعلی سینا (پرنس آف فزیشن)
کتاب التیسیر فی المدوات والتدبیر:	عبدالملک ابن زہر۔
کتاب التصریف (باب امراض العین):	ابوالقاسم الزہراوی۔
شرح الاسباب برہان الدین ابن نفیس:	نور العیون الغافقی۔
کتاب نتیجۃ الفکر فی علاج امراض البصر:	احمد قیسی
تنقیح المناظر:	کمال الدین فارسی
کتاب العمدہ الکحلیۃ فی الامراض البصریۃ:	صداقہ ابن ابرہیم الشاذیلی
تدقیق الانظار مقالات فی العین:	ابن الوافد اندلسی

تشریح الابدان (اناٹومی) کے موضوع پر القانون فی الطب کی مختلف جلدوں میں اظہار خیال کیا گیا ہے، ان تمام حصوں کو کسی عالم نے اکٹھا کر کے شائع کیا اور اس کے حاشیہ میں ابن النفیس کی شرح بھی درج کی ہے، عبد الطیف بغدادی نے مصر میں قحط کے دوران مردہ

انسانوں کے جبڑے دیکھے اوران میں ہڈیوں کی صحیح تعداد معلوم کر کے جالینوس کی تحقیق کو غلط ثابت کیا، چودھویں صدی میں منصور ابن الیاس شیرازی نے فارسی میں کتاب ''تشریح بدن انسان'' لکھی ، یہ کتاب تیمور لنگ کے پوتے کے نام سے معنون تھی، جو فارس کے صوبہ کا پندرہ سال 1409-1394ء تک حکمراں تھا، یہ کتاب جسم کے پانچ نظام یعنی پانچ ابواب (ہڈیاں، اعصاب، پٹھے، رگیں وشریانیں، دل ودماغ) میں تقسیم ہے، اس کتاب میں بہت سارے ڈایاگرام دئے گئے ہیں جو امریکہ کی نیشنل لائبریری آف میڈیسن کی ویب سائٹ پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

مخلوق خالق کائنات کا کنبہ ہے

اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنے والے محبوب رب ذوالجلال اللہ تعالی ایک ہیں، پاک اور بے عیب ہیں ، نہ ان کا کوئی ساتھی ہے اور نہ کوئی مددگار، وہ اپنے وجود میں نہ ماں باپ کے محتاج ہیں اور نہ بیوی بچوں کے، وہ اپنی ذات میں نہ کسی پڑوسی کے؛ لیکن اس نے اپنی قدرت وطاقت ،حکمت ومصلحت ، بصیرت وفراست سے جو کائنات بنائی ہے، اپنی بنائی ہوئی اس کائنات سے اللہ کو بے انتہاء پیار ہے، اس لیے اس کائنات کی بقاء کے اسباب بھی پیدا کر دیئے ہیں، وہ ہر مخلوق کی حفاظت اور اس کی پرورش کر رہا ، ہر زندہ مخلوق کو روزی پہنچا رہا ہے، ایک بڑے خاندان کا بڑا ذمہ دار اپنے محدود ومتعین افراد خاندان کی پرورش اورانہیں روزی پہنچانے میں عاجز آ سکتا ہے؛ لیکن رب ذوالجلال کبھی اپنی مخلوق کی پرورش اورانہیں روزی پہنچانے میں عاجز نہیں آ سکتا، محبت بھرا دل رکھنے والی مثالی ماں کو اپنی اولاد سے جتنا لگاؤ اور پیار ہے اس سے کہیں زیادہ رب ذوالجلال کو اپنی مخلوق سے پیار ہے، گویا یہ ساری مخلوق اسی خالق کائنات کا کنبہ ہے، اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الخلق عیال الله'' ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

جس مخلوق کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا کنبہ قرار دیا ہو اس مخلوق کو ایذاء پہنچانا، ظلم کرنا، کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ ایک بڑے آدمی کے خاندان کو تکلیف دینے کی کسی میں ہمت نہیں ہوتی، وہ ڈرتا ہے، کہ کہیں وہ بڑا آدمی ناراض نہ ہو جائے، جب ایک کمزور مخلوق کے خاندان کو تکلیف پہنچانے سے ڈرتے ہیں، تو رب العالمین، خالق کائنات، مالک ارض وسماء، پروردگار عالم کی پیاری مخلوق کو اوراس کے کنبہ کو ایذاء دینے کی ہم کس طرح ہمت کر سکتے ہیں؟

عافیت اور سلامتی اسی میں ہے کہ رب ذوالجلال کی اس پیاری مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اوراس حسن سلوک کے ذریعہ خالق کائنات کی محبت حاصل کی جائے، یہی فارمولہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دیا کہ '' فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله '' اللہ تعالی کو سب سے زیادہ پسند وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے''۔

اللہ تعالی کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مخلوق پر رحم کیا جائے ، اس کے ساتھ ہمدردی کی جائے اوراس مخلوق کی حتی المقدور خدمت کی جائے، اس مخلوق کو تکلیف واذیت دینے سے گریز کیا جائے اوراس پر ظلم نہ کیا جائے، اس عظیم کام کے لیے امت کے ہر فرد کو انفرادی واجتماعی دونوں حیثیتوں سے فکر کرنی ہوگی اوراس کے لیے مفید منصوبے بنانے ہوں گے، تاکہ مسلم معاشرہ پرامن اورخوشگوار زندگی بسر کرے اور ہر فرد کے چہرے پر اطمینان اورمسرت کی لہریں پیدا ہوں، اگر ہر فرد اپنی اپنی استطاعت کے مطابق امت مسلمہ کے کمزور طبقوں کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی لے گا اوران کی مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرنے کی عملی تدبیریں کرے گا تو وہ کمزور طبقہ بھی اس قابل ہوگا کہ اپنے دل میں خوشی اور چہرے پر مسکراہٹ لا سکے، اسی فکر مسلسل اورعمل پیہم کو فروغ دینا امت پر بڑا احسان ہوگا۔

❁❁❁❁❁

محاسن اسلام

یتیم ولاوارث بچوں کی کفالت کا اسلامی نظام

مولانا وقار علی قاسمی معین مفتی دار العلوم دیو بند

اسلام ایک ایسا مثالی اور متوازی معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے جس کی بنیاد سماجی انصاف، معاشرتی مساوات اور اجتماعی عدل وانصاف پر قائم ہو، معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کے رنج وغم اور خوشی ومسرت میں برابر کا شریک ہو اور اس کا مخلص وخیر خواہ ہو، اسلام کے پیش نظر انسانیت کا تحفظ وبقاء ہے، اسی لیے انسانیت کی جو قدرومنزلت اور ادب واحترام اسلام میں ہے دنیا کے کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی، قرآن وحدیث میں جہاں والدین واہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اور لڑکیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت سنائی گئی ہے، وہیں یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور کمزور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور ان کی کفالت وخبر گیری پر اجر عظیم اور جنت کا مژدہ سنایا گیا ہے، نیز ان کے ساتھ بدسلوکی پر ممانعت وارد ہوئی ہے۔

یتیموں کی خبر گیری کی تاکید وفضیلت:

سورۂ نساء آیت نمبر ۳۶ رمیں ارشاد ربانی ہے "وبالوالدين إحساناًوبذی القربی والیتمٰی والمساکین الخ" اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے: "وأن تقوموا للیتامی بالقسط" اور یہ کہ تم یتیموں کے لیے انصاف کو قائم کرو۔ (سورۂ نساء آیت ۱۲۷)

محسن انسانیت، یتیموں کے والی اور غلاموں کے مولی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من قبض یتیماً من بین المسلمین إلی طعامه و شرابه أدخله اللّٰه الجنة الاّ أن یعمل ذنباً لا یغفر" جو کوئی مسلمانوں کے درمیان سے کسی یتیم کو اٹھا لے اور اسے اپنے کھانے پینے میں شریک کر لے تو اللہ تعالی یقیناً اسے جنت میں داخل کرے گا، بشرطیکہ وہ کوئی ایسا گناہ نہ کرے جس کی مغفرت نہ ہوسکتی ہو'۔ (ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا "أنا و كافل اليتيم في الجنة كهاتين وأشار بإصبعيه يعني السبابة والوسطى" میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے اشارہ فرمایا ۔(ترمذی شریف)

یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت:

قرآن کریم میں جہاں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے، وہیں دوسری طرف ان کے ساتھ بدخلقی اور بدسلوکی پر ممانعت بھی آئی ہے، سورۃ الضحیٰ آیت نمبر ۹ رمیں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "فأما اليتيم فلاتقهر" پس آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے۔

اور سورہ ماعون میں یتیم کو دھکے دینا ان لوگوں کا وصف بیان کیا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتے ہیں، ارشاد ہے "أرءيت الذي يكذب بالدين فذلك الذي يدع اليتيم" کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے، سو وہ شخص وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ۔(ماعون آیت ۲،۱)

یتیموں کے مال کی حفاظت کی تاکید:

یتیموں کے اولیاء کو اس بات کی تاکید کی گئی کہ وہ یتیموں کے مال

میں کسی بھی قسم کی خیانت اوراسراف سے احترام کریں اور جب تک وہ سن رشد کو نہ پہنچ جائیں ان کو ان کا مال حوالہ نہ کریں، سورہ نساء میں اللہ تعالی نے ارشادفرمایا:وابتلوا الیتامی حتی إذا بلغوا النکاح فإن آنستم منھم رشداً فادفعوا إلیھم أموالھم " اور یتیموں کی آزمائش کرلو، یہاں تک کہ وہ حد نکاح کو پہنچ جائیں، پس اگرتم ان کی طرف سے رشد کومحسوس کروتو تم ان کا انہیں دیدو‘‘۔(سورہ نساء آیت ۶)

جولوگ یتیموں کے مال کو ناحق طریقے پرکھاتے ہیں،قرآن نے ان کے متعلق بڑی سخت وعید بتائی ہے کہ یہ لوگ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھرتے ہیں، چنانچہ ارشادربانی ہے"إن الذین یأکلون أموال الیتامی ظلماً إنما یأکلون في بطونھم ناراً" بلاشبہ جولوگ یتیموں کے مال کو ناحق طریقے پر کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھرتے ہیں۔(سورہ نساء آیت ۱۰)

یتیموں کا نفقہ کن پرواجب ہے ؟

اسلامی نظام کفالت کا پہلا ضابطہ یہ ہے کہ آدمی کے اپنی ذات کا نفقہ خود اپنے مال سے واجب ہواوراس میں صغیراور کبیر کا کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب ’’ہدایہ‘‘ میں ہے:فالأصل أن نفقة الإنسان فی مال نفسه صغیراً کان او کبیراً "(ہدایہ ۲/۴۴۵)

دوسرے کا نفقہ آدمی پراس وقت واجب ہوتا ہے جب اسباب ثلثہ میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے (۱) زوجیت (۲) قرابت (۳) ملکیت"ونفقة الغیر تجب علی الغیر بأسباب ثلثة، زوجیة وقرابة وملك "۔(شامی زکریا ۵/۲۲۸)

مذکورہ ضابطہ کی بنا پر حاصل یہ نکلا کہ اگر یتیم کے پاس خود اپنا مال موجود ہے تو نفقہ اس کے مال سے لیا جائے گا اوراگر یتیم غریب وتنگدست ہے تو نفقہ اس کے ورثہ کے ذمہ بوجہ قرابت ومحرمیت ،حصص میراث کے بقدر واجب ہوگا ،جس کی تفصیل حسب ذیل ہے ، اگر یتیم بچے کی صرف ماں اوردادا حیات ہیں ان کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں، تو نفقہ ان دونوں پر بقدر میراث واجب ہوگا ،یعنی دوثلث دادا کے ذمہ ہوگا اورایک ثلث کی ذمہ دار ماں ہوگی ،اسی طرح اگر یتیم کی ماں اور عینی یا علاتی بھائی ہو یاماں اورعینی یا علاتی بھتیجہ ہو، یاماں اور حقیقی یا علاتی چچا ہوتو ان صورتوں میں بھی نفقہ اُثلاثاً واجب ہوگا یعنی ایک تہائی ماں پر اوردوتہائی بھائی یا بھتیجہ یا چچاپر عائد ہوگا"ولو کان له أم وجد کانت النفقة علیھا أثلاثاً، الثلث علی الأم والثلثان علی الجد علی قدر میراثھما ، وکذلك إذا کان له أم وأخ لأب وأم أو لأب أو ابن أخ لأب وأم لأب ، أوعم لأب وأم أولأب، کانت النفقة علیھما أثلاثاً، ثلثھا علی الأم والثلثان علی الأخ وابن الأخ والعم "۔(بدائع زکریا ۳/۴۴۴)

اگرکسی بچے کی ماں نہیں ہے، باپ،دادا موجود ہیں،تو نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا بشرطیکہ باپ اپاہج نہ ہو،لیکن اگر باپ تنگدست وغریب ہے اوردادا مالدار ہے، تو دادا کا اخلاقی فریضہ ہے کہ اپنے فقیر محتاج پوتے پرخرچ کرے، پھر جب باپ کی مالی حالت اچھی ہوجائے تو دادا اپنا کیا ہوا خرچ (فرض) باپ سے وصول کرسکتا ہے، اگر انہوں نے قاضی کے حکم سے خرچ کیا تھا، ورنہ یہ دادا کی طرف سے تبرع واحسان سمجھا جائے گا۔(حوالہ سابقہ ۳/۴۴۳)

اوراگر یتیم کے والدین میں سے کوئی نہیں ہے صرف دادااوردادی ہیں تو نفقہ ان دونوں پر اُسداساً واجب ہوگا ،ایک سدس دادی پر اور پانچ سدس دادا کے ذمہ ہوگا اوراگر صرف ایک عینی بھائی اورایک عینی بہن ہیں ان کے علاوہ کوئی وارث یا اہل قرابت موجود نہیں تو نفقہ ان دونوں پر اُثلاثاً واجب ہوگا ، دوتہائی بھائی کے ذمہ اورایک تہائی بہن کے ذمہ ہوگا اوراگر صرف دو بھائی ولی ہیں؛ لیکن ایک ان میں سے حقیقی اور دوسرا اخیافی ہے،تو اس صورت میں دونوں پر اُسداساً نفقہ عائد ہوگا یعنی اخیافی بھائی پر ایک سدس اور حقیقی بھائی پر پانچ سدس واجب ہوں گے اوراگر یتیم کے والدین ، دادا، دادی اور بھائی بہن میں سے کوئی موجود نہیں ،صرف ایک چچا اور پھوپھی موجود ہیں یا چچا اور ماموں ہیں،تو ان دونوں صورتوں میں نفقہ صرف چچا کے ذمہ ہوگا

اوراگر پھوپھی اور خالہ یا پھوپھی اور ماموں صرف حیات ہیں تو ان دونوں پر اَثلاثاً نفقہ واجب ہوگا، دوثلث پھوپھی پر اور ایک ثلث ماموں یا خالہ پر ہوگا اور اگر ماموں اور چچا زاد بھائی ہیں تو نفقہ ماموں پر ہے۔(حوالہ سابقہ)

اوراگر کسی یتیم کے صرف ایک پھوپھی، ایک خالہ اور ایک چچا کا لڑکا ہیں تو نفقہ صرف پھوپھی اور خالہ پر ہے، پھوپھی پر دوثلث اور خالہ پر ایک ثلث، چچا کے لڑکے پر کوئی نفقہ واجب نہیں، اس لیے کہ اس میں محرمیت مفقود ہے، اسی طرح اگر کسی یتیم کی تین مختلف بہنیں ہیں (عینی علاتی، اخیافی) اور ایک چچا کا لڑکا ہے، تو یہاں بھی چچا کے لڑکے پر کوئی نفقہ نہیں، نفقہ انہی تین بہنوں پر لازم ہے، جس کی ترتیب یوں ہوگی، کہ عینی بہن پر نفقہ کا تین حصہ اور علاتی واخیافی بہن میں سے ہر ایک پر نفقہ کا ایک ایک حصہ واجب ہوگا اوراگر یتیم کے صرف تین مختلف النوع بھائی حیات ہیں، ان کے علاوہ کوئی ولی یا اقرب یا ابعد موجود نہیں تو نفقہ صرف دو بھائیوں (حقیقی اور اخیافی) کے ذمہ اسداساً واجب ہوگا اوراگر کسی کے چچا، پھوپھی اور خالہ تینوں ہوں تو نفقہ صرف چچا پر ہے۔(بدائع زکریا ۳/۴۴۵)

یتیموں کی حضانت وپرورش کی ترتیب:

اسلام میں حق حضانت کی بنیاد شفقت وترحم پر ہے، یعنی جس میں قرابت وشفقت زیادہ ہوگی اس کو یہ حق پرورش پہلے حاصل ہوگا، پھر اس کے بعد جس میں زیادہ قرابت ہوگی اس کو ہوگا، اس طرح ترتیب وار یہ حق منتقل ہوتا رہے گا، چنانچہ بدائع میں ہے "مبنى الحضانة على الشفقة والرحم المحرم هي المختصة بالشفقة ثم يتقدم فيها الأقرب فالأقرب"۔(بدائع زکریا ۳/۴۵۷)

ماں:

بنابریں بچے کی پرورش کی اولین حقدار ماں ہے، اس لیے کہ ماں میں شفقت ومحبت بھرپور ہے اور قرابت میں بھی سب سے مقدم ہے "فأحق النساء من ذوات الرحم المحرم بالحضانة الأم لانه أقرب منها"۔(حوالہ سابقہ)

نانی:

اگر ماں کا انتقال ہوگیا ہو یا حیات ہو اور کسی بنا پر ماں کا حق حضانت ساقط ہوگیا ہو، تو اب پرورش کا حق بچے کی نانی کو ہے، دادی کو نہیں؛ کیونکہ دادی کی بہ نسبت نانی میں شفقت و پیار زیادہ ہے۔

دادی:

اگر کوئی یتیم اپنی حقیقی ماں اور نانی دونوں کی شفقتوں سے محروم ہو چکا ہو اور ابھی مدت حضانت باقی ہو تو اب یہ حق دادی کو حاصل ہوگا، اگر چہ بہن، خالہ اور پھوپھی وغیرہ بھی موجود ہوں، کیونکہ علاقہ جزئیت وبعضیت کی وجہ سے دادی میں قرابت ومحبت زیادہ ہے، اس لیے دادی مقدم ہوگی۔

بہن:

ہاں اگر دادی بھی نہ ہو یا دادی کا حق حضانت ساقط ہو چکا ہو اور یتیم ابھی عمر کی اس منزل میں ہو کہ وہ از خود کھانا، پینا اور ضروریات سے فراغت کی اہلیت نہ رکھتا ہو، تو اب اس کی پرورش کی ذمہ داری بہن پر عائد ہوگی، پھر بہنیں اگر ہر طرح کی موجود ہیں تو عینی بہن، علاتی اور اخیافی سے مقدم ہوگی، کیونکہ عینی بہن میں جانبین (ماں اور باپ) سے قرابت موجود ہے، جو شفقت ومحبت میں زیادتی کا سبب ہے اوراگر صرف علاتی اور اخیافی بہن موجود ہوں تو ان میں اخیافی بہن پرورش کی زیادہ حقدار ہے، اس لیے کہ ماں شریک ہونے کی وجہ سے ماں کی طرح جذبہ پیار ومحبت زیادہ ہوگا، البتہ اگر یتیم بچے کی علاتی بہن اور خالہ دونوں موجود ہوں تو ان دونوں میں کون مقدم ہوگی؟ امام ابوحنیفہؒ سے اس بابت دونوں طرح کی روایت منقول ہے، ایک روایت میں ہے کہ خالہ مقدم ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ علاتی بہن مقدم ہے۔(حوالہ سابقہ)

خالہ:

خالہ ماں کے درجہ میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"الخالة بمنزلة الأم" لیکن بعد قرابت کی وجہ سے حق حضانت بہنوں کے بعد

حاصل ہے، یعنی اگر کسی یتیم کی نہ ماں ہے، نہ نانی ہے، نہ دادی ہے، نہ کوئی بہن ہے صرف خالہ ہے، یا خالہ اور پھوپھی دونوں ہیں، تو حق پرورش خالہ کو ہے، اس لیے کہ خالہ کی قرابت ماں کی طرف سے ہونے کی وجہ سے بچے کے حق میں زیادہ مشفق ہوگی اور خالائیں ہر طرح کی ہوں تو حقیقی خالہ مقدم ہے، پھر اخیافی، پھر علاتی خالہ کو حق ہوگا، اسی طرح حضانت کے باب میں خالائیں، بھائی کی لڑکیوں سے بھی مقدم ہوں گی "والخالات أولی من بنات الأخ"۔(بدائع زکریا۳/۴۵۷)

پھوپھی :

خالہ کے بعد حق پرورش پھوپھی کو ہے (اگر چہ خالہ اور پھوپھی قرابت و محرمیت میں برابر ہیں؛ لیکن اس کے باوجود خالہ مقدم ہے، اس لیے کہ خالہ ماں کے درجہ میں ہے) پھوپھیاں اگر ہر طرح کی موجود ہوں تو عینی پھوپھی بھی ذی قرابتین ہونے کی وجہ سے مقدم ہوگی، واضح رہے کہ چچا، ماموں، خالہ اور پھوپھی کی لڑکیوں کو حق حضانت حاصل نہیں اس لیے کہ رشتہ محرمیت ان میں معدوم ہے" وأما بنات العم والخال والعمة والخالة فلاحق لهن في الحضانة لعدم الرحم المحرم "۔(بدائع زکریا:۳/۴۵۸)

مدت حضانت جب پوری ہوجائے :

زیر کفالت بچہ جب سات سال کا ہوجائے اور اس لائق ہوجائے کہ تنہا کھا، پی سکے، کپڑے از خود پہن سکے اور ضروریات بشریہ استنجاء وغیرہ بھی خود سے پوری کرلے اور بچی نو سال کی ہوجائے یعنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے، تو اب باپ یا دادا اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو دیگر عصبات یا اولیاء کی ذمہ داری ہے کہ ان کی اچھی تعلیم و تربیت اور بہتر شادی بیاہ کا نظم کرے، مدت حضانت پوری ہونے کے بعد حاضنہ (پرورش کرنے والی عورت) کے لیے زیر کفالت بچے کو بلا وجہ اپنے پاس روکنے کا حق نہیں، اگر باپ نہیں ہے تو دادا اور وہ بھی نہ ہو تو کسی دوسرے ولی یا وصی کی سرپرستی میں اسے دیدیا جائے گا اور اگر بالفرض کوئی نہ ہو اور حاضنہ پر اطمینان و اعتماد ہو تو اس کو اسی کے پاس چھوڑ دیا جائے گا، ہاں اگر قاضی مناسب سمجھے تو کسی دوسری لائق اعتبار عورت کے پاس بھی اس کے رہنے کا انتظام کرسکتا ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں : "وإذا استغنى الغلام عن الخدمة أجبر الأب أو الوصي أو الولي على أخذه، لانه أقدر على تأديبه وتعليمه إذا انتهت الحضانة ولم يوجد له عصبة ولا وصي، فالظاهر أنه يترك عندالحاضنة إلا أن يرى القاضي غيرها أولى"(شامی زکریا:۵/۲۶۸)

لاوارث کا نفقہ اسلام میں :

بچہ کا فطری حق ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور پیار بھرے ماحول میں اس کی نشو و نما ہو، مذہب اسلام جو فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے، اس میں اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور کفالت وحضانت کی پوری ترتیب میں اسی شفقت و محبت کو بنیاد بنایا گیا ہے، تاکہ بچہ اخلاقی اور مادی اقدار کی حامل سوسائٹی میں پروان چڑھے اور والدین کا سایہ اٹھ جانے کے بعد بھی اسے کسی لمحہ یہ احساس نہ ہو کہ وہ اپنے حقیقی ماں باپ کے آغوش شفقت سے محروم ہو چکا ہے، اگر کسی یتیم کا پورا کنبہ اور خاندان ہی اجڑ گیا ہو خواہ طبعی موت کی وجہ سے ایسا ہوا ہو، یا کسی آفت سماوی کا شکار ہو گئے ہوں یا کسی دنیاوی حادثے میں جاں بحق ہو گئے ہوں، اب وہ یتیم بے سہارا اور لاوارث ہو گیا ہو تو اسلامی مملکت میں ایسے نادار و بے سہارا بچے کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہے، مشہور محقق و فقیہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:"ونفقة في بيت المال هو المروي عن عمر وعلي ولانه مسلم عاجز عن التكسب ولامال ولاقرابة ".(فتح القدير زكريا٦/١٠٤)

لقیط ولاوارث کو اٹھانے کا حکم :

اگر گمان غالب ہو کہ لقیط کو نہ اٹھایا گیا تو ہلاک یا ضائع ہوجائے گا تو ایسی صورت میں بغرض حفاظت و بہ نیت احیاء نفس اٹھالینا واجب وضروری ہے اور اس پر بڑا اجر و ثواب ہے؛ کیونکہ ایک جان کو زندہ کرنا گویا تمام لوگوں کو زندہ کرنا ہے لقوله تعالى "ومن أحياها فكأنما أحياالناس جميعاً"۔(مائدہ۳۲)

﴿بقیہ صفحہ ۳۷ پر﴾

غور وفکر

ناپاکی ہرسو پھیلی ہے پاکیزہ فضا کے طالب ہیں

عبدالصمد حال مقیم نوئیڈا گوتم نگر، دہلی

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آج اس کرہ ارض پر امن وسلامتی کا پرچم لہرانا اور اس کے متعلق کوشاں رہنا بھی ایک بڑا چیلنج بن گیا ہے، آج کا دور پرآشوب اور نہایت ہی پرفتن ہے، مسلمانوں اور اسلام کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے انتھک کوششیں اور پروپیگنڈے کئے جارہے ہیں، اسلام امن وسالمیت کا سنگم منارہ ہے، باوجود اس کے لاثانی مذہب اسلام کے پرستاروں کو الزامات واتہامات اور دشنام طرازی کا طنز آمیز گلدستہ پیش کیا جاتا ہے، ان الزامات واتہامات میں اصل رول دہشت گردانہ مخالف مہم کی قیادت وسیادت کرنے والے انسان نما حیوان امریکیوں اور ان کی ہی نیابت کرنے والے خونخوار بھیڑیاں اور شیطان اہل برطانیہ کا ہوتا ہے، آیئے ایسے ایسے واقعات جن سے ایسے ویسے نازیباں واقعات کو فروغ ملتا ہے، ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں، کہ ان حوادثات وخلفشار کا سرے سے ذمہ دار کون ہیں؟ کن کی نازیباں حرکتوں اور کرتوتوں کی پاداش میں ایسے ایسے گلدستے، طعن وتشنیع، استہزاء وتمسخر اور ہنسی ومذاق کا سہرا مسلمانوں کے سر بندھتا ہے، کہتا ہوں حق اور ہمیشہ حق ہی کہتا رہوں گا، چاہئے کڑوا ہی کیوں نہ لگے، ان تمام فساد وبگاڑ، مسلمانوں پر آنے والے تمام تر آفات وبلیات ان کی تنزلی وپستی کے وجوہات، ان پر اضمحلالیت کے اثرات، ان الزامات واتہامات کی بوچھار تمام تر برکات اور غیبی مدد ونصرت سے محرومی اور ان کی کم ہمتی وبزدلی کے ذمہ دار آج کی امت محمدیہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے، جی ہاں! میں بلا تکلف وتأمل اور بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کیا بلکہ کہہ رہا ہوں کہ مسلمانوں کی ایسی دو کمزوریاں ہیں جن کے عدم ازالہ اور خاتمہ کے مسلمانوں کی ترقی، بالادستی، بلند ہمتی، ان کی کھوئی ہوئی حکومت واقتدار، جاہ ومنصب اور سلطنت وبادشاہت کا عود کرآجانا ناممکن ہی نہیں بلکہ محال سا امر لگ رہا ہے، وہ کمزوریاں یہ ہیں:

(۱) مسلکی اختلافات (۲) حسد

یہ دونوں تنازع کے ایسے ایسے مسائل برآمد کررہے ہیں جو مسلمانوں کو ایسی ایسی مہلک بیماریوں اور زنجیروں میں جکڑتے جارہے ہیں، جن بیڑوں سے ان کے پیروں کا نکلنا اور زنجیروں کا ٹوٹ جانا ایک عجیب سا معاملہ نظر آرہا ہے۔

مسلکی اختلافات:

ارے اف یہ مسلمان! جسے عدل ومساوات کا پیکر، عموم وخاص کا رہبر، دلوں میں جوش عقیدت کا دم بھرنے والا منور وخوشنما ضابطہ حیات قرآن کریم "انماالمومون اخوة" کا مژدہ سنا رہا ہے، کہ مومنوں کا بازار ایسا بازار ہوتا ہے جس میں وہ باہم بھائی بھائی ہوتے ہیں، اور احادیث جن کے ایک ہونے کا جابجا اعلان کررہی ہے" المسلم اخوالمسلم" کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں اور" المسلم یشد بعضهم بعضاً" اور" المسلمون کجسد واحد" کہ تمام اسلام کے متوالے ایک جسم کے مانند ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے مدنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر تقریر فرمائی، ایسے لوگوں بتاؤ آج کونسا دن ہے؟ لوگوں نے کہاں قابل احترام معزز دن ہے، پھر فرمایا کہ کونسا مہینہ ہے؟ سب نے کہا معظم ومحترم مہینہ ہے، اس کے بعد آپ نے فرمایا کونسا شہر ہے؟ تمام لوگوں نے کہا قابل قدر مقدس شہر ہے، آپ نے فرمایا اے لوگوں

تمہاری جانیں، اموال اور تمہارا خون اس دن، اس مہینہ اور اس شہر کی طرح حرام (قابل قدر لائق احترام) ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت امتی کے نام ہے، پھر آپ نے سر آسمان کی سمت اٹھاتے ہوئے کہا کہ میں نے تم تک ساری باتیں پہنچادی، کیا میں نے تم تک ساری باتیں پہنچادی؟ اور سن لو! میرے بعد ایسے کافر مت بن جانا کہ دوسروں کی گردنیں مارتے پھرو۔ (رواہ بخاری) اور کہیں شہنشاہ بطحاء محبوب کبریاء امام الانبیاء آقائے مدنی جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا "مثل المومنین فی توادھم، و تراحمھم، و تعاطفھم، مثل الجسد إذا شتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد والحمی" (متفق علیه) کہ تمام امت محمدیہ کی مثال ہر ایک چیز میں جسم واحد کے مانند ہے، یعنی جسم کے کسی عضو میں کرب و تکلیف کا سا معاملہ ہوتا ہے تو پورا جسم اس درد میں مبتلا ہوجاتا ہے، ان تمام تر اچھائیوں اور خوبیوں کے باوجود مسلکی اختلافات، اور تنازعات وخلفشار مسلمانوں کی زندگی میں جزو لازم سا امر ہوگیا ہے، جن کے نتیجہ میں ان کے حالات نہایت خستہ اور ناگفتہ بہ ہے۔

لیکن یہ کہا جارہا ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑانے کی خفیہ شازشیں رچی جارہی ہیں، ہاں یہ بات تو ضرور ہے کہ انہیں پھنسایا جارہا ہے، انہیں لڑانے کی خفیہ تدبیریں کی جارہی ہیں، تو سن لیجئے دور ہی ایسا ہے کیا کیجئے گا، تدبیریں کی جارہی ہیں اور کی جاتی رہیں گی، منصوبے بن رہے ہیں، اور ایسے ہی بنتے رہیں گے، پس یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا مسلمان بھی ان منصوبوں اور شازشوں کی زد میں آکر مسلکی اختلاف کو اس قدر مہلک وناسور بنادیں گے کہ جس کے ازالہ اور خاتمہ کی صورت نظر نہیں آئیگی، جی کچھ ایسا ہی ہورہا ہے کہ معمولی معمولی سی باتوں پر زمانۂ جاہلیت کی طرح آج کا دلبرداشتہ مسلمان دست بہ گریباں نظر آتا ہے، یہ ان کی لاعلمی اور بے خبری کی ایسی مثال ہے جس کی کوئی نظیر نہیں، کیا انہیں اپنے اختلاف، گتھم گتھا اور بغض وحسد کا انجام معلوم نہیں؟ جی ان کے اعمال وافعال سے غیر قوموں کو ایسے ایسے مواقع فراہم ہوتے جس سے وہ صدیوں اسلام کی ہنسی اڑاتے ہیں، جب اسلام میں چھوت چھات اور نہ ہی کوئی اعلی وافضل بجز متقیوں کے "ان اکرمکم عندالله اتقاکم" (سورة الحجرات ۱۳۰) اسلام امن پسند، اسلام کی آغوش مقدس، انس ومحبت سے مملوء اور اسلام کا حق کا حامی بے سود اور بے بنیاد باتیں، بس یوں سمجھ لیجئے کہ اسلام کی بدنامی آپ کی بدنامی، قرآن کی بے حرمتی اور حدیث کی بے عزتی ان تمام تر بے غیرتیوں اور ان کے اعمال سے کئے گئے مسلکی اختلاف کی قباحت اسوقت اور دوچند ہوتی نظر آتی ہے، جب ارباب عقل، محقق، دانشمند، ذی شعور، ذی طمطراق اور بہت سے علماء حضرات ان اختلافی مجالس کے رکن رکین بن کر ان اختلافوں کو فروغ دیتے ہیں، تو کیا علماء دین شرح متین بھی اسلام مخالف پارٹیوں کے ہم نوا اور ہم رکاب بن کر امن وسلامتی کے بجائے خون خرابہ، دنگا فساد، اور پھوٹ وتفریق کو ترجیح وفوقیت دیں گے؟ یہاں مجھے ایک بات جو بالعموم تمام امت محمدیہ اور بالخصوص علماء حضرات سے عرض کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ اختلافات وتنازعات کے ایسے ایسے سانحہ کیوں وقوع پذیر ہوتے ہیں، جن سے صرف جانیں اور اموال ہی ضائع نہیں ہوتے؛ بلکہ اس سے لاثانی مذہب اسلام بھی داغ دار ہوتا ہے، میرے ناقص جائزے کے مطابق ایسے مسلکی اختلاف کی وجوہات صرف اور صرف یہ چند اسباب ہیں کہ جب کسی کو کوئی خیر امر کی تلقین یا اسے منکر سے روکے جانے کی تدابیر کی جاتی ہیں، یا پھر کوئی اسلام کے مقدس آشیانہ میں ایسی نازیباں حرکتیں کرتا ہے جس سے اسلامی تقدس کی پامالی ہوتی ہے، اب اگر اس ذلیل وکم ظرف کو اس کی سمت توجہ مبذول کرائی جاتی ہے تو وہ اس سے بے مہار گھوڑوں کی طرح ہوکر متنفر ہوجاتا ہے، جس سے دوری کا تعلق ہی نہیں بنتا ہے بلکہ تنفر کی جو معمولی اور چھوٹی سی چنگاری ہوتی ہے وہ دہکتے شعلوں اور انگاروں میں تبدیل ہوجاتی ہے، جب کہ حدیث ہم سے یہ کہہ رہی ہے کہ اپنی طاقت وقدرت اور ہمت وسکت کے بقدر

برائیوں پر لگام لگانا ازحد لازم اور ضروری ہے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی پیارا بول بولا ہے "المومنون مرأۃ المومن" کہ مومن مومن کا آئینہ ہے، تو سوچئے آپ ٹھنڈے دماغ سے اور فرض کر لیجئے کہ جب آپ اپنے روبرو آئینہ رکھیں گے تو وہ آپ کو اس سے باخبر کر دیگا کہ آپ کا چہرہ روشن، منور، تابناک، صاف وشفاف ہے یا کالا کلوٹا اور داغدار، تو آپ کسی بھی صورت میں آئینہ کو نہیں توڑیں گے تو جی ہاں جب کوئی اہل ایمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے، تو اس میں کونسی قباحت ہے؟ اس دور پر آشوب میں امن وسلامتی کا خورشید ایسے ہی ماند پڑ رہا ہے، پس ایسے پرفتن وقت میں آپ اس کے سزاوار ہیں کہ ضابطۂ حیات قرآن کی اس مقدس آیت کو اپنی زندگی میں لاکر اس کے قواعد وضوابط کے پابند بن جائیں گے" واطیعوا الله ورسوله لاتنازعوا فتفشلوا او تذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرین "(انفال آیت ٤٦) مسلمانوں کو اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ کامیابی، سربلندی اور بالادستی کی کنجیاں کیا کیا ہیں؟ فتح ونصرت، امن وسلامتی اور خوشگوار ماحول صرف مال وزر اور دولت وثروت سے ہی حاصل نہیں ہوتے ہیں بلکہ خدا کی تابعداری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فرمانبرداری اخوت وجانثاری اور باہمی اتحاد واتفاق سے یہ ساری مذکورہ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

۲- حسد

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "اياكم والحسد فان الحسد ياكل الحسنات كماتاكل النار الحطب او العشب" (رواه مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو یا گھاس کو کھا جاتی ہے، یہ بات ہر کس وناکس کے علم میں ہے کہ اللہ جل جلالہ نے آگ کو جلانے، خاکستر اور بھسم کرنے کی طاقت وقوت اور صلاحیت وقدرت عطا کی ہے، ٹھیک اس طرح مذکورہ حدیث سے یہ بات عیاں اور واضح ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ فخر رسل کا پاک ارشاد ہے کہ جس طرح آگ لکڑی گھاس پھوس کو جلا دیتی ہے ٹھیک اسی طرح حسد کی آگ حسنات کو خاکستر کر دیتی ہے، نار حسد ایسی مہلک وناسور بیماری ہے جو بالتدریج سلگتی اور مشتعل ہوتی جاتی ہے، اور حاسد بے خبری اور لاعلمی کے دور میں ہوتا ہے کہ اس کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

لیکن آج ہم جمود وتعطل کے شکار مسلمان نار حسد میں جھلس کر لاعلاج ہوتے جا رہے ہیں پھر بھی ہمیں اس کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہے، بس یوں سمجھ لو کہ مسلمانوں کے دماغ مقفل ہو چکے ہیں، اب صورت حال یہ ہے کہ حسد کی آگ سے جلے جھلسے مسلمان اپنوں سے خوش اسلوبی کیا؟ تلخ وترش باتیں بھی نہیں کرتا، خدا خیر کرے آج امت محمدیہ پرورنہ ان کا پرسان حال کون ہوگا؟ اب لفظ حسد بھی ایک تفصیل طلب لفظ ہے، کہ حسد کہتے ہیں کسے؟ اس کی کتنی قسمیں ہیں: اس کے علاج کا طریقہ کیا ہے؟ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب حسد کے متعلق اپنے اصلاحی خطبات میں ایک جگہ رقمطراز ہیں:

حسد اس جلن وکڑھن کو کہتے ہیں جو کسی کی ترقی، مقام ومرتبہ اور بالادستی کو دیکھ کر پیدا ہوا اور دیکھنے والوں کو یہ ایک آنکھ بھی نہ بھائے، اس کے بعد حاسد کا دل اس سے کہنے لگے کہ کہو ہائے میرے اللہ آپ اس سے بخوبی واقف ہیں، کہ یہ شخص کس قدر رذیل وذلیل ہے، اسلامی حرمت کو پامال اور اس کے احکام سے روگردانی کرنے والا ہے، پھر بھی آپ نے اسے جاہ ومنصب، اقتدار وسلطنت اور مال وثروت عطا کیا ہے کہ اب اس کا شمار اشرف ومقبول ترین اشخاص میں ہونے لگا ہے، اب ایک زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس کے علاوہ کچھ اور برآمد نہیں ہوتا کہ حاسد خدا کے فیصلہ میں مداخلت کرتا ہے، بھلا بتائیے خدا کے معاملہ میں دخل اندازی کرنے والوں کا انجام بروز قیامت کیا ہوگا۔ اللہم احفظنا منہ

حاسد کی قسمیں :

۱-ایک یہ کہ حاسد کی نگاہ کسی کے اقتدار وسلطنت وغیرہ پر لگتے ہی اس کا دل کباب اور سینہ بھننے لگے اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اس کے پاس جو مال ودولت کے انبار ہیں وہ مجھے مل جائے، یہ معاملہ خواہ اس کے پاس رہتے ہوئے ہو یا اس سے چھن جانے سے۔

۲-حسد کی دوسری قسم بھی ٹھیک اس طرح ہے مگر اس میں حاسد کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ مال ومتاع جو اس کے پاس ہے وہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔

۳-تیسری قسم میں یہ ہے کہ مال ودولت یا جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ مجھے ملے یا نہیں، لیکن اس سے چھن جائے یہ حسد کا رذیل ترین، ذلیل ترین درجہ ہے، جب ہی تو آقاء نامدار تاجدار مدینہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث، ولاتجسسوا ولاتحسسو ولاتنافسوا ولاتحاسدو ولاتباغضوا ولاتدابرو وکونوا عباداللہ اخواناً "(رواہ مسلم)

حسد کا علاج :

حاسد اپنے دل کو سمجھائے کہ اے دل! تمہارا جل کر کباب بننا خود کے لیے باعث زحمت ہے؛ کیونکہ خدا نے اسے مال وزر عطا کیا ہے، تمہارے جلنے اور دل شکنی سے تمہارا کوئی فائدہ ہوگا، یہ محض شیطان کا ایک دھوکہ ہے، بس یوں سمجھ آگ جلتی جلتی لکڑی کے ختم ہونے کے بعد آگ جس طرح ختم ہو جاتی، من وعن تمہارا وہی حال ہوگا۔

اب یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نار حسد کہاں سلگتی اور مشتعل ہوتی رہتی ہے؟ تو جناب حسد کی آگ سلگنے کا آلہ دل ہی ایک تنور ہے، جس میں نار حسد بھڑکتی اور جلتی رہتی ہے، پس ضروریات ہے اس بات کی ہم اپنے دل کی صفائی کریں کیونکہ "یوم لاینفع مال ولابنون إلا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم " کہ بروز قیامت مال کام آئیں گے نہ اولاد، اس دن تو سنوارا ہوا دل ہی کام آئے گا، یہ دل انسان کے جسم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، مگر پورے جسم کا سردار، بغض وحسد، عناد ودشمنی، حسد ونفاق اور کینہ جو بیج ہوتی ہے اسی میں بوئی جاتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ان فی جسد کل بنی آدم لمضغة إذا فسدت فسد الجسد کله إذا صلحت صلح الجسد کله" (رواہ البخاری)

ہر نوع انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے (یعنی دل) جب وہ بگڑتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور جب وہ صحیح ہوتا ہے تو تمام جسم صحیح رہتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے بدن کی صفائی وستھرائی سے زیادہ دل کی صفائی میں دھیان دیں، تاکہ کل قیامت میں ہمارا یہ سنوارا ہوا دل کام آسکے۔

//////☆☆☆☆//////

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

☆ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

☆ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

☆ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

☆ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

ہدایات

مدارس ومکاتب کے لیے
چند مفید ہدایات

مندرجہ ذیل مضمون اکابر علماء کی تجویز کردہ چند مفید ہدایتیں ہیں، ان ہدایات کو دراصل ''الفلاح ویلفیر سوسائٹی گردھر پور'' کے سالانہ اجلاس میں پیش کیا گیا تھا، اوران سے ارباب مدارس ومکاتب کے ذمہ دار حضرات کو کافی فائدہ پہنچا، اس لیے فائدے کو مدنظر رکھتے ہوئے ''الفلاح ویلفیر سوسائٹی گردھر پور ضلع سنت کبیر نگر، یوپی'' کی جانب سے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے، امید کی جاتی ہے کہ قارئین حضرات اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ (ادارہ)

۱- حدیث پاک'' کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته'' کو پیش نظر رکھ کر نہایت دیانت وامانت، اخلاص وللّٰہیت، بیدار مغزی وحوصلہ مندی، مستعدی وجاں فشانی کے ساتھ دین مبین کی خدمت کے مبارک جذبے کے ساتھ مدارس ومکاتب کا نظام چلایا جائے اور مدرسہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داری نبھائی جائے۔

۲- ہر مدرسہ اور ہر مکتب کے لیے شورائی نظام اور دستور ضرور بنایا جائے۔

۳- ہر مدرسہ اور مکتب کو ارباب شوری کے مشورے اور دستور کے مطابق چلایا جائے، تاکہ من مانی کی وجہ ماحول خراب نہ ہو اور خارجی مداخلت سے آزاد رکھنے کے لیے حکومتی امداد سے مکمل پرہیز کیا جائے۔

۴- مدارس ومکاتب کے ذمہ داران باہمی تعاون وتناصر کو فروغ دیں اور اتحاد واتفاق کی فضاء قائم کی جائے، تاکہ مدارس مخالفین کو مداخلت کا موقع نہ مل سکے، باہمی تناقض وتنافر ویسے بھی بری چیز ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

۵- انتظامیہ واساتذہ کرام میں اتحاد ویگانت، باہمی رواداری اوراعتماد کی فضا قائم کی جائے تاکہ آپسی چپقلش وبدگمانی سے مدرسہ کا ماحول پراگندہ نہ ہو۔

۶- اختلاف کی صورت میں مدرسے کے مفاد کو پیش نظر رکھا جائے ہر ایسی کوشش سے اجتناب کیا جائے جس سے مدرسے کا مفاد متاثر ہوتا ہو، مدرسے کے مفاد کو مقدم رکھ کر ایثار وقربانی کے جذبے سے اپنی رائے پر اصرار نہ کر کے خوش اسلوبی سے نزاع کو دفع کرنا چاہئے۔

۷- حرام اور مشکوک مال سے مکمل پرہیز کیا جائے، چندہ وصولی اور اس کے استعمال میں دستورِ شرع کی مکمل پاسداری ورعایت کی جائے، جھوٹ اور فراڈ سے بالکلیہ احتراز کیا جائے۔

۸- مدارس ومکاتب کے طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں ان کو دینی تعلیم واخلاق سے آراستہ کرنا ہمارا دینی واخلاقی فریضہ ہے، لہٰذا طلبہ کی استعداد سازی وتربیت پر بھرپور توجہ دی جائے مدرسہ کا ماحول خالص دینی وعلمی بنایا جائے، ہر قسم کی غیر علمی سرگرمیوں سے بچایا جائے، جس کے لیے اساتذہ وذمہ داران کا کبھی کبھی سر جوڑ کر بیٹھنا بھی ضروری ہے، تاکہ عنداللہ ماجور ہوں اور لوگوں کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے

۹- اساتذہ کے انتخاب میں صلاحیت اور صالحیت، خداترسی، بزرگی کا لحاظ رکھا جائے، اوران کی قدر کی جائے، بے جا اور رذیل حرکتوں سے تنگ نہ کیا جائے، جیسا کہ آج کل عام طور سے ہوتا ہے۔

۱۰- طلبہ کے انتخاب میں کمیت سے زیادہ کیفیت مطلوب ہو، طلبہ کو

مدرسے کے قانون اور ضابطے کا پابند بنایا جائے۔

۱۱- مدرسہ کے متعینہ تعلیمی اوقات کے علاوہ مغرب اور عشاء کے بعد تکرار و مطالعہ کا بہتر نظام بنایا جائے اور اس کے لیے سہولیات فراہم کی جائیں۔

۱۲- تعلیمی استحکام کے لیے امتحان کے نظام کو چست اور درست بنایا جائے، صرف خانہ پری نہ ہو۔

۱۳- ابتدائی درجات اور مکاتب میں مناسب ترتیب کے ساتھ دو ماہی امتحان کرائے جائیں، اور ممتحن کے لکھے گئے تأثرات کے مطابق جائزہ بھی لیا جائے۔

۱۴- طلبہ سے لیکر ذمہ داران تک اور مدرسے سے متعلق تمام لوگ شعائر دین کے پابند ہوں، مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق ہوں، اس کا خاص اہتمام کیا جائے۔

۱۵- اساتذہ کے عزل ونصب اور طلبہ کے اخراج وداخلہ کے بارے میں مدرسہ کے طے شدہ اصول کی پابندی کی جائے۔

۱۶- مشاہروں پر خاصی توجہ دی جائے تاکہ بافراغت ذمہ داران ذمہ داری نبھا سکیں۔

۱۷- طالب علموں کی تربیت کے لیے دارالاقامہ کے نظام کو چست بنایا جائے، طلبہ کی اخلاقی تربیت، نگرانی، نیز کبھی کبھی تربیتی پروگرام کا خاص اہتمام کیا جائے، نماز باجماعت، سنتوں کا اہتمام اور وضع قطع کی درستگی پر خصوصی توجہ دی جائے، غیر شرعی مشاغل پر کڑی نظر رکھی جائے، خلوص وللّٰہیت، تقوی وتدین کی اسپرٹ پیدا کی جائے، ملک وملت کے لیے بہت کچھ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے۔

۱۸- طلبہ کو ہفتہ واری پروگراموں میں شرکت لازمی کی جائے، تاکہ تقریر وتحریر کا ماحول پیدا ہو۔

۱۹- مدارس اور اسلام دشمنوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور فتنوں کا تعاقب منظّم انداز میں کیا جائے، دشمنوں کی طرف سے تھوپے گئے الزامات سے متأثر ہوئے بغیر اپنی ذمہ داری کی انجام دہی میں لگے رہنا چاہئے۔

۲۰- معاشرے سے مربوط رہنے کی پوری کوشش کی جائے، عقیدے اور اعمال کی خرابیوں سے مکمل اجتناب کی جائے اور اس کی اصلاح کے لیے اپنے تمام تر وسائل استعمال کئے جائیں، مناسب ہو تو گاؤں گاؤں اصلاحی کمیٹی بنائی جائیں تاکہ بروقت برائی کا سد باب ہو سکے، عوام کو قرآن پاک سے مربوط کرنے کے لیے جگہ جگہ تفسیر قرآن پاک کا نظم کیا جائے۔

۲۱- اساتذہ ومعلمین کو صبر وشکر دین کی خدمت سمجھ کر خدائے پاک کو حاضر وناظر جان کر متعلقہ ذمہ داری ادا کرنا چاہئے، نظم ونسق کی پوری پابندی ہو، اور ذرا ذرا سی بات پر دل برداشتہ ہونا، اچھی حرکتوں سے بھی گریز نہ کرنا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا ہدایات پر اگر مکمل طور پر عمل کیا جائے، تو امید کی جاسکتی ہے کہ مدارس ومکاتب کا نظام مفید ہوسکتا ہے۔

نیا سال مبارک ہو!

نیا سال تمام قارئین کو مبارک ہو، نیز نیا سال کا یہ تازہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ اس کو جاننے کے لیے ہمیں آپ کی تحریروں کا شدت سے انتظار رہے گا۔ مراسلہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیں۔ (ادارہ)

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی، تاریخی، معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے، اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔ (ادرہ)

تجزیہ

عورت کا دائرہ عمل اصلاً گھر ہی ہے

مولانا محمد نسیم ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

ایک صالح معاشرہ کی بنیاد فرد کی اصلاح و درستگی اور اس کی صحیح تعلیم وتربیت پر منحصر ہے اور فرد کی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب خاندانی نظام منضبط ہو، ورنہ اگر خاندانی نظام درہم برہم اور اختلاف وانتشار کا شکار ہو تو پھر ایک اچھے اور لائق تحسین معاشرہ کا وجود میں آنا ناممکن ہے، اس اجمالی گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا خاندانی نظام ہی میاں بیوی کے آپسی تعلقات، باہمی تعاون اور ایک دوسرے کو اعتماد کی نظر سے دیکھنے پر منحصر ہے؛ لیکن اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی گفتگو سے پہلے ہمیں یہ واضح کرنا ضروری ہوگا کہ مرد و عورت کا دائرہ کار اور اپنی اپنی حد تک ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں، جب یہ مسلم حقیقت ہے کہ دونوں کا صنف الگ اور ان کے جسم وساخت میں قدرے امتیاز ہے تو پھر اسی کے ساتھ یہ بھی تشریح ضروری ہے کہ ان دونوں کے دائرہ کار کو متعین کرنے کے ساتھ یہ بھی طے کریں کہ ان کے لیے ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی قوتیں صرف کرنے کے میدان عمل کیا ہیں، اور وہ اپنے اپنے طرز عمل کے نتیجے میں اصلاح معاشرہ میں کس حد تک مؤثر رول ادا کر سکتے ہیں۔

لہٰذا ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ عورت کا اصلاً دائرہ عمل ایک گھر ہے اور وہ گھر کی چہار دیواری میں رہ کر ہی پوری آزادی کے ساتھ معاشرہ کی تعمیر وترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکتی ہے، اس اہم کام کے لیے اسے گھر سے باہر جانے کی چنداں ضرورت نہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر عورت کا اصل دائرہ عمل گھر کو کیوں قرار دیا گیا، تو اگر ہم اس کی کوشش کریں گے تو ہمیں اس کے ایسے کئی وجوہات سمجھ میں آئیں گے جن کی وجہ سے ان کو گھر کی زینت بنا کر رکھنا ہی لازمی تھا۔

اول یہ کہ دونوں جسمانی، ذہنی، نفسیاتی اعتبار سے جدا ہیں، مرد کے اندر وہ صلاحتیں نہیں ہوتیں جو ایک عورت کے اندر ہوتی ہیں اور گھر کی اصلاحی تبدیلی کے سلسلے میں ایک مختصر سے وقت میں عورت وہ کام کر دیتی ہے جو مرد برسوں کی جد وجہد کے باوجود انجام نہیں دے پاتا، لیکن اس کے باوجود اس کے اندر اس قدر جسمانی قوت نہیں ہوتی اور نہ فطری ساخت اس طرح ہے کہ وہ دن رات مردوں کی طرح کوشش اور جد وجہد کر سکے، اس کے برعکس ایک مرد کے اندر فطری طور پر محنت ومشقت سے کام کرنے اور گھر کی ضروریات کے لیے اپنی وسعت اور قوت کے مطابق کام کرنے کا جذبہ اور حوصلہ ہوتا ہے؛ لیکن مرد کے مزاج میں اللہ تعالی نے فطری طور پر حدت رکھی ہے، اس لیے اس کے اندر محبت والفت کی کمی ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف عورت کے اندر محبت وشفقت کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ اس کے اندر خوبی بھی اعلی درجے کی موجود ہوتی ہے، ورنہ سچ یہ ہے کہ اس کے اندر یہ خوبی اور صلاحیت نہ ہو تو گھر کا سکون لمحوں میں پامال ہو جائے۔

عورت فطری طور پر مرد سے جدا ہے؛ کیونکہ اسے حمل ورضاعت اور حیض ونفاس جیسی تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اس کے لیے مرد کے دوش بدوش ایک دائرہ عمل میں کام کرنا باعث دشواری ہے۔

گھر ایک سلطنت کے مانند ہے، مرد اس کا بادشاہ اور عورت اس کی وزیر ہوتی ہے، اب ظاہر ہے کہ وزیر اور بادشاہ دونوں کے دائرہ عمل ایک کر دیئے جائیں تو سلطنت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، عورت اگر گھر کو

منظم اور مثالی بنانے میں کلیدی کردار ادا کرسکتی ہے تو مرد کی حیثیت ایک معاون اور مددگار کی ہوتی ہے، اور ان دونوں کے آپسی تعاون کے بغیر گھر کی اصلاح کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

"الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم " مرد عورتوں کے سردھرے ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دے رکھی ہے، اور اس لیے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے، مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر ماجدی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "قوام کے معنی ہیں کسی شئی کے محافظ، منتظم، مدبر کے اور یہاں مراد یہ ہے کہ مرد عورتوں کے امور کا انتظام کرنے والے، انکی کفالت کرنے والے، ان پر احکام نافذ کرنے والے" ہیں۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: "روحانیت کی دنیا میں یعنی قرب حق اور حسن عمل کے لحاظ سے مرد وعورت کی حیثیت بالکل مساوی ہے، نماز روزہ، زکوۃ، حج اور دوسری عبادتیں جس طرح مرد کی قبول ہوسکتی ہیں، وہی راہیں عورت کے بھی کھلی ہوئی ہیں، اب یہاں یہ بتایا جارہا ہے، کہ مرد وزن کی یہ مساوات دنیوی معاملات میں انتظامی حیثیت سے قائم نہیں، باپ اور بیٹے دونوں بحیثیت عبد بالکل ایک ہیں، عنداللہ اعمال کی مقبولیت کے معیار سے دونوں بالکل مساوی ہیں؛ لیکن دنیا میں شریعت ہی کا حکم ہے کہ باپ افسر ہوکر رہے اور بیٹا ماتحت ہوکر، باپ حکم دے اور بیٹا حکم مانے، اب بتایا جارہا ہے کہ معاشرت کی انتظامی مشین میں مرد کو عورت پر غلبہ وتفوق حاصل ہے۔

قرآن پاک حق تعالی کا کلام ہے اور ہمیشہ حق ہی کہتا ہے، وہ کلیسا کی کونسلوں اور منوسمرتی کی طرح عورت کی تحقیر وتذلیل کا ہرگز قائل نہیں؛ لیکن ساتھ ہی اسے جاہلیت قدیم وجدید کی زن پرستی سے بھی ہمدردی نہیں، وہ عورت کو ٹھیک وہی مرتبہ ومقام دیتا ہے جو نظام کائنات میں خالق کائنات نے اسے دے رکھا ہے، عورت کی حیثیت ایک عبد اور مکلّف مخلوق کے مرد کے مساوی وہم مرتبہ ہے؛ لیکن دنیا کے انتظامی معاملات میں مرد کے ماتحت اور تابع ہے۔

مرد کی افضلیت عورت پر دہری حیثیت رکھتی ہے ایک طبعی یعنی جسمانی ودماغی قوی میں خلقی برتی، دوسری قانونی یا معاشرتی کہ عورت خرچ میں مرد کے دست نگر ہے، یہیں سے یہ بات بھی نکل آئی کہ نظام کی رو سے کمانا یا کسب معاش کرنا اور بیوی کے خرچ کا بار اٹھانا مردوں کے ذمہ ہے"۔(تفسیر ماجدی)

غرضیکہ مرد کا اصلا دائرۂ عمل گھر سے باہر اور عورت کا گھر ہے، کیونکہ مرد سیاسی، سماجی اور دنیا کے مختلف مسائل میں دن بھر گھرا رہتا ہے، اسی طرح کسب معاش کے لیے اسے سخت محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے، کبھی کبھی اسے مرض، غربت وافلاس اور تنگدستی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کی زندگی میں رنج وغم اور خوشی ومسرت دونوں قسم کے ایام آتے ہیں، ایسے حالات میں انسان کو آرام وسکون کی سخت تلاش ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ دن بھر کی تھکن سے چور ہونے کے بعد آدمی جس طرح کے سکون کو تلاش کرتا ہے ویسا سکون اسے گھر کے علاوہ کہیں بھی فراہم نہیں ہوسکتا، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسے گھر میں بھی اسی وقت اطمینان میسر آسکتا ہے جب کہ گھر کا ماحول درست ہونے کی وجہ سے وہ جنت نشاں کے مانند ہو، اور اس کا منتظم محبت والفت، چین وسکون قلبی کا سرچشمہ ہو، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر عورت کے مزاج میں تیکھا پن ہو اور وہ تلخ مزاج ہو تو پھر بجائے اس کے کہ مرد کو سکون حاصل ہو اس گھر میں چند لمحہ رہنا بھی دشوار ہوجاتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ محبت والفت کی یہ صفت عورت میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے، اور وہ اپنی ان صفات کی وجہ سے چند لمحوں کے لیے عورتوں کی خدمت لی جاتی ہے، جہاں الفت ومحبت کے مظاہرے کی ضرورت پڑتی ہے، ان کی ان ممتاز خوبیوں کا ہی تو نتیجہ ہے کہ آج مغربی اقوام نے عورتوں کو اس کی آزادی کے نام پر ایسے ایسے کام پر آمادہ کردیا ہے، جن سے شرافت بذات خود شرمندہ ہے اور یہی نہیں بلکہ انہوں نے عورتوں کی ان خوبیوں کا سہارا لے کر ان کو اپنی ذاتی مفاد کے لیے ایسے ایسے مقامات پر لا کھڑا

کیا ہے، جہاں سے دنیا میں برائی وفحاشی، عریانیت اور ننگا پن کے نئے نئے راستے کھلتے ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ماں کا دودھ بچوں کے لیے جتنا مفید ہوتا ہے، اتنا کوئی اور دودھ کارآمد اور مفید ثابت نہیں ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عورتیں اپنے بچوں کی جسمانی قوت کا خیال رکھتے ہوئے اس کی بھوک اور پیاس کو مٹانے کے لیے اپنے دودھ کا استعمال کو ہی بہتر سمجھتی ہے، اب غور کیجئے کہ اگر ماں دن بھر گھر سے باہر کے کاموں میں مصروف رہی تو پھر وہ اس کا اہتمام کیسے کرسکتی ہے، دوسری بات یہ کہ اگر چہ بعض مواقع پر بچوں کی صحت کے تحفظ کے لیے ماں کے دودھ کے علاوہ دوسرے دودھ کا بھی سہارا لیا جاتا ہے، مگر اس صورت میں وہ ممتا اور پیار باقی نہیں رہ پاتا جو ماں اپنے بچوں کو دے سکتی ہے، اس وجہ سے بھی عورت کو گھر سے باہر کی ذمہ داری سونپنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، ماں جتنی اچھی طرح اس کے لیے تعلیم وتربیت کا سنہرہ ماحول مہیا کرسکتی ہے وہ دوسروں سے ممکن نہیں ہو پاتا، کیونکہ بچوں کی شرارتوں اور طفلانہ افعال واعمال کو برداشت کرنے اور مزاج ونفسیات اور احساسات وجذبات سے واقفیت کے لیے ماں ہی موزوں ہے۔

غرضیکہ عورت خاندانی نظام کو درست کرنے اور مثالی بنانے میں جتنا اہم کردار ادا کرسکتی ہے اس کی نظیر نہیں؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورت باہر کی دنیا سے بالکل ناآشنا ہوکر رہ جائے بلکہ بعض حالات اور استثنائی صورت میں زندگی کی مختلف سرگرمیوں میں حصہ لے کر نمایاں کردار بھی ادا کرسکتی ہے اس کی متعدد مثالیں قرن اول کی عورتوں میں ملتی ہیں کہ انہوں نے گھر کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں، گھر کی تعمیر وترقی میں اچھا رول ادا کیا اور باہر کے معاملات میں بھی انہوں نے ایسے مثالی کارنامے انجام دیئے کہ دنیا آج تک انگشت بدانداں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ انہوں نے گھر سے باہر کے مسائل میں حصہ تو لیا مگر وہ اپنی اسلامی شناخت کو بدلنے کے لیے کسی بھی طرح روادار نہ ہوئیں اس لیے کہ ؎

تعلیم عورتوں کی ضروری تو ہے مگر

خاتون خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو

مجموعی طور پر ہر عورت کے لیے گھر کی ذمہ داریوں میں ازدواجی زندگی کی استواری، شوہر کی اطاعت وخدمت، امور خانہ کی انجام دہی اور بچوں کی تعلیم وتربیت شامل ہیں۔

//////// ☆☆☆☆ ///////

﴿بقیہ صفحہ ۲۸ رکا............﴾

ہاں اگر لقیط ہوشیار ہو، اپنی جان ومال کی حفاظت پر قادر ہو اور بظاہر ہلاکت کا کوئی خطرہ نہ ہو تو ایسی حالت میں اٹھالینا فقط مندوب ومستحسن ہوگا واجب وضروری نہیں ''والالتقاط مندوب إليه لما فيه من إحيائه وإن غلب على ظنه ضياعه فواجب ......الخ'' (فتح القدیر زکریا:۶؍۱۰۳)

ہندوستان جیسے ملک میں لاوارث کا نفقہ:

ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملک میں جہاں مسلمانوں کا شمار اقلیت میں ہے اور جہاں اسلامی بیت المال کا کوئی نظم نہیں، ایسے نادار وبے سہارا بچوں کی کفالت وخبر گیری ان کی تعلیم وتربیت اور شادی بیاہ کے نظم کی ذمہ داری مسلم معاشرہ پر عائد ہوتی ہے، اگر چہ یہ ذمہ داری اخلاقی نوعیت کی ہے لیکن بوقت ضیاع نفس یہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، الحمدللہ جہاں اس طرح کے رفاہی ادارے اور یتیم خانے قائم ہیں وہاں ان بے سہارا بچوں کی کفالت عمدہ طریقے پر ہورہی ہے اور من حیث المجموع اس وقت مسلمانوں کا معاشرتی ڈھانچہ ایسا نہیں ہے جس میں یتیموں اور ناداروں کو بے چارگی کی حالت میں چھوڑ دیا جاتا ہے، غربت کے تمام حالات کے باوجود جس میں مسلم معاشرہ سانس لے رہا ہے، کوئی نادار بچہ بے توجہی کی حالت میں نہیں چھوڑا جاتا ہے، تاہم جن علاقوں میں ایسے ادارے نہیں وہاں اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

///// ☆☆☆☆ /////

آثار نبوت

آپ صلی اللہ کی ولادت سے ایوان کسری میں زلزلہ

ابواللیث ارریاوی، شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعات کی رات جہاں اور بہت سارے واقعات رونما ہوئے، وہیں ایک اہم واقعہ یہ بھی ظہور پذیر ہوا کہ اس چاندنی رات میں شاہ کسری کے محلات جو مدتوں سے زائرین کی نمائش گاہ بنے ہوئے تھے، وہ زلزلہ کی تاب نہ لاکر زمیں بوس ہوگئے، اورادھر فارس کا آتش کدہ جو صدیوں سے مسلسل دہک رہا تھا وہ بجھ گیا، نیز دریائے ساوہ جس نے اپنی موجیں، لہریں اور تیز گامی میں کوئی کسر نہیں چھوڑا وہ بھی خشک ہوگیا۔

پس جب صبح نو نے رات کے چہرے سے دبیز کالی چادر ہٹائی تو کسری از حد پریشان ہوگیا، چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، شاہانہ وقار اس کے اظہار سے مانع ہورہا تھا، واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ اس نے وزراء اور ارکان دولت کو اکھٹا کرکے ایک کافی تعداد میں میٹنگ منعقد کررکھی تھی، اثنائے میٹنگ ہی میں اس کے لیے یہ ناگہانی خبر پہنچی کہ فارس کا آتش کدہ جو ہزارہا سال سے روشن تھا وہ بجھ گیا، اس طرح گویا شاہان کسری کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا، ایک جانب سے موبذان جو کسری کے نمائندوں میں سے ایک نمائندہ تھا مجلس سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہا کہ بادشاہ سلامت اس رات میں میں نے یہ خواب دیکھا ہے سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جارہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پار ہوکر تمام ممالک میں نالش کے پتوں کی طرح منتشر ہوگئے، اس خبر سے شاہان کسری کی پریشانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھیں، کسری نے اپنے نمائندہ موبذان سے دریافت کیا کہ اس خواب کی کوئی فیصلہ کن تعبیر ہمیں بتلاؤ؟ چنانچہ موبذان نے کہا کہ شاید عرب کی طرف سے کوئی عظیم حادثہ فاجعہ پیش آئے گا، جس کا اثر کوسوں دور تک پہنچے گا، کسری نے اس بتائی گئی تعبیر کی توثیق واطمینان کی غرض سے نعمان بن منذر کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کسی بڑے ذی استعداد عالم کو میرے پاس بھیجو جو میرے سوالات کا تشفی بخش جواب دے سکے، شاہ کسری کے جاری کردہ فرمان کو پیش کرنظر رکھتے ہوئے نعمان بن منذر نے ایک جید اور جہاں دیدہ عالم عبدالمسیح غسان کو بادشاہ کے پاس روانہ کردیا، عبدالمسیح جب حاضر دربار ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میں جس چیز کے بارے میں تم سے دریافت کرنا چاہوں گا کیا تم کو اس کا علم ہے، اس پر عبدالمسیح نے کہا کہ جناب پہلے آپ اپنے سوالات تو کیجئے، اگر مجھ کو اس کا علم ہوگا تو میں آپ کے حضور میں رکھ دونگا یا بحر ذخائر کے مانند کسی عالم کی طرف رہنمائی کردوں گا، چنانچہ بادشاہ نے پورا قصہ ازاول تا آخر بیان کیا، جس کو عبدالمسیح نے گوش دل سے سنا اور کہا کہ غالبًا اس کی تحقیق وتدقیق میرے خال سطیح سے ہوسکے گی، جوان دنوں شام میں قیام پذیر ہیں، اس کے مدنظر کسری نے یہ حکم صادر فرمایا کہ تم ازخود اپنے ماموں سے اس کی تحقیق کرکے آؤ، شاہی فرمان کے مطابق عبدالمسیح اپنے ماموں سطیح کے پاس پہنچا، سطیح اس وقت عالم نزع میں تھا، مگر ہوش ابھی باقی تھے، عبدالمسیح نے جاکر سلام کیا اور کچھ اشعار پڑھے، سطیح کے کانوں میں جب عبدالمسیح کے اشعار کی گنگناہٹ آئی تو انہوں نے اپنی بصیرت سے عبدالمسیح کے اشعار کی غمازی کو بھانپ لیا اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ عبدالمسیح تیز رفتا اونٹ پر سوار ہوکر سطیح کے پاس پہنچا جب کہ موت میرے سر پر آکھڑی ہے، اور سن! تجھ کو بنی

ساسان کے بادشاہ نے محل کے زلزلے، آتش کدہ کے مدہم پڑ جانے اور موبذان کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے کہ سخت اور قوی اونٹ عربی گھوڑوں کو گھسیٹے لے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پار ہو کر تمام بلاد میں پھیل گئے ہیں، اے عبدالمسیح خوب سن لے! جب کلام پاک کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے، صاحب عصا نمودار ہو اور وادی سماوہ رواں دواں ہو جائے، نیز دریائے ساوہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے تو سطیح کے لیے شام شام نہ رہے گا، ان جملوں کو تلفظ کی شکل دینے کے بعد سطیح نے دم توڑ دیا اور ادھر مسیح نے واپس آ کر شاہ کسریٰ سے پورا قصہ بیان کیا، شاہ کسریٰ نے سن کر اس کی روشنی میں اپنے مستقبل کا جائزہ لیا۔

تندرستی ایک عظیم نعمت ہے

یوں تو ہر چیز رب ذوالجلال، خالق کون ومکاں کشتی عالم کے کھیونہار کی نعمت اور اس کی عطا کردہ بیش بہا و بیش قیمت تحفہ ہے، ہمارا وجود و بقاء، زیست وحیات، حرکت وسکون، آرائش وزیبائش، رنگ برنگے گل بوٹے، قسم قسم کی غذائیں، طرح طرح کے پھل فروٹ، پرمزہ میوہ جات، آسمان کو چھوتے ہوئے پہاڑ، موجیں مارتا سمندر، چمکتا چاند، جگمگاتے ستارے، منور سورج، سب اسی واجب الوجود کی کرم فرمائیاں نہیں ہیں تو اور کیا ہیں؟ لیکن ان باتوں کے علاوہ تندرستی رب جلیل کی ایک ایسی نعمت ہے جس کو دوسری نعمتوں کے مقابلے میں وہی مقام ومرتبہ حاصل ہے جو ستاروں کے جھرمٹ میں چاند کو، بغیر تندرستی کے یہ نعمتیں ایسی ہی ہیں جیسے بغیر روح کے بھاری بھرکم جسم، بغیر آنکھ کی روشنی کے سورج سے استفادہ بعید ہے ایسے بغیر تندرستی کے دنیاوی لذتوں اور آسائشوں سے، تندرستی کے بعد ہی انسان خدا کی بے شمار نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے، ورنہ سورج اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے یا شرما کر بادلوں میں چھپ جائے اندھے کو کیا پرواہ، بغیر تندرستی کے رنگ برنگ خوشنما پھول بھی بدنما اور مزے دار پھل بھی بے مزہ بلکہ مزید لگتے ہیں، بیماری سے دوچار انسان حیات وموت کی کشمکش میں رہتا ہے، کروڑوں کا مالک بستر مرض پر کف افسوس ملتے اور کروٹیں بدلتے ہوئے رات گذار دیتا ہے، انسان اپنی فطری یا کسبی صلاحیت سے بھی اسی وقت بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے جب اسے تندرستی میسر ہو ورنہ اچھی صلاحیت کا مالک اپنی استعداد کے اظہار کی دیرینہ خواہش دل میں دبائے بیٹھا رہتا ہے اور بسا اوقات اپنی اس قابلیت کو بھی اپنے جسم کے ساتھ قبر کے حوالے کر دیتا ہے۔

دوستو! انسان بڑا کمزور وناشکرا واقع ہوا ہے، ویسے بھی مفت ملی چیزوں کی قدر نہیں ہوتی، پھر تندرستی جب مفت میں ملے تو اس کی کیوں قدر کی جا سکتی ہے؟ خاص طور سے طلبہ مدارس تو صحت کا بالکل خیال ہی نہیں کرتے نہ کھانے کی کوئی ترتیب، نہ سونے کا کوئی وقت، بے وقت اور بے ترتیب کھانے، سونے کے عادی طلبہ اپنی لاپرواہی وسستی سے اپنی صحت خراب کر بیٹھتے ہیں، اور جب بیماری سے مغلوب ہوتے ہیں تو چیخ وپکار اور شور وغل کرتے ہیں، اور گذشتہ فعل پر نادم وشرمندہ ہوتے ہیں، جب کہ شرمندگی بے سود ثابت ہوتی ہے، ایسے وقت میں جب شکار جال سے نکل جاتا ہے۔

بھائیو! میں تو نہیں کہہ سکتا کہ انسان اپنی تدبیر وترتیب کی بنیاد پر اپنے کو بالکلیہ بیماری سے محفوظ اور دنیوی بلاؤں سے دور رکھ سکتا ہے، خالق کائنات بڑا قوی ومضبوط ہے اس کے آگے کسی کی بس نہیں چلتی، وہ جب چاہے، جہاں چاہے، جس وقت چاہے، جیسے چاہے، جسے چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے، خود فرماتا ہے ''فعال لما یرید'' تاہم کچھ اختیار اس نے بندوں کے اندر بھی ودیعت کر رکھی ہے، بالکل مجبور محض اور بے جان پتھر نہیں بنایا ہے، اگر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اصول کے مطابق استفادہ کریں تو اپنے کو توانا وتندرست بنا سکتے ہیں، موسم کے اعتبار سے حسب استطاعت پھلوں کا استعمال ہمارے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے، ہری سبزیوں کو خوراک بنا کر اپنے کو قوی بنا سکتے ہیں، صبح وشام کی تفریح تو تندرستی کے لیے بے حد مفید ہے۔

حقوق اللہ

عبادت کا حق کیسے ادا ہوسکتا ہے؟

محترمہ پروین ندیم سلمہا کھجناور، سہارنپور

یہ تو ہمارے معاشرے کا عام معمول ہے کہ جب کوئی ہمارا مہمان بنتا ہے تو ہم اپنی حیثیت اور شان کے مطابق اس کی خاطر ومدارات کرتے ہیں، اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں اس کی راحت وآرام کا پورا خیال رکھتے ہیں، اس کو کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دیتے بلکہ اس کی کسی بھی طرح کی ناقدری کو اپنی ناقدری سمجھتے ہیں، مجموعی طور پر ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہمارے گھر آنے والا مہمان واپسی پر اچھاتأثر لے کر جائے اس کے دل میں اہل خانہ کی تئیں ہمدردی اور محبت الغرض ہم اپنے پاس آنے والے مہمان کے ساتھ اس طرح کا طرزعمل اختیارکرتے ہیں اوراس کے ساتھ ایسا اخلاقی برتاؤ کرتے ہیں کہ اسے قطعاً واپس ہوتے وقت یہ محسوس نہ ہو کہ وہ کسی ایسی اجنبی جگہ پر آیا تھا، جہاں اخلاق اورعزت نام کی کوئی چیز نہیں، یہی نہیں بلکہ ہم اس وقت مہمان کو اپنی طرف سے ہو جانے والی کسی بھی قسم کی کوتاہی کے لیے اس سے معذرت خواں ہوتے ہیں، اورہم برملا اس سے یہ کہتے ہیں کہ جیسا آپ کی خدمت کا حق تھا یا جس طرح آپ کی عزت افزائی کی جانی چاہئے تھی وہ ہم سے نہ کی جاسکی، یقیناً اس حق کی ادائیگی اورآپ کی عزت افزائی میں ہم سے کچھ کوتاہیاں ہوگئی ہونگی، اس لیے دوران قیام اگر ہماری طرف سے آپ کوکوئی ناگوار بات معلوم ہوئی ہوتو معاف کیجئے گا۔

غرضیکہ اس طرح کی رسمی معذرت کو نہ صرف ہم اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں بلکہ عام طور پر ایسا نہ کرنے کو ہمارے معاشرے کے عام ماحول میں معیوب سمجھا جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر اس طرح کی رسمی معذرت سے کام نہ لیا جائے تو خود رخصت ہونیوالا مہمان بھی اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکن محسوس کرتا ہے، اورمیزبان کے تئیں اس کے دل میں الفت ومحبت کے بجائے نفرت کی بنیاد پڑ جاتی ہے، ایسا کرنا اس لیے بھی ضروری تصور کیا جاتا ہے تاکہ مہمان خوش دلی کے ساتھ رخصت ہو جائے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب ہم مہمان کا حق پورے طور پر ادا نہ کرنے کی صورت میں یہ طرزعمل اختیار کرتے ہیں اورہمیں فوراً احساس ہوجاتا ہے کہ ہم سے مہمان کی مہمان نوازی میں کوتاہی ہوگئی ہے، اوراس کے بارے میں فکرمند ہوجاتے ہیں، حالانکہ یہ معاملہ خالق کائنات کے ساتھ بلکہ اس کی مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے تو پھر تصور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے متعلق ہمارے دلی احساسات کیا ہونے چاہئیں، چونکہ یہ حقیقت مسلم ہے کہ جب ہم بندوں کے حقوق کی مکمل طور پر ادائیگی نہیں کرسکتے تو پھر اللہ رب العزت کا حق ہم سے مکمل طور پر کیسے ادا ہوسکتا ہے، لیکن یہ عجیب معاملہ ہے کہ مہمان کے ساتھ سب کچھ کرنے کے باوجود ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کے حق کی ادائیگی میں کوئی کمی باقی رہ گئی ہے، لیکن اللہ کی عبادت اوراسکی بندگی کے بعد ہمارے دل میں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں ہم کہاں تک کامیاب ہوسکے ہیں، حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کسی بھی طرح کی عبادت کی ادائیگی کریں اس کے بعد ہمارے ذہن میں یہ احساس پیدا ہواورہم اپنے دل سے سوال کریں کہ ہم نے جوعبادت ادا کی ہے وہ اسطرح ادا بھی ہوئی یا نہیں جس طرح کی ادائیگی

کا حق تھا، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے رسمی طور پر عبادت تو کی مگر اس میں ایسی کوئی کوتاہی ہوگئی ہو یا ایسی کوئی کمی باقی رہ گئی جس سے ہماری عبادتیں غیر مقبول ہوجاتی ہیں، مگر ایسا کچھ نہیں ہوتا بلکہ ہمیں اپنی عبادت کا حال معلوم ہونے کے باوجود ہم دل میں یہ خیال جما لیتے ہیں کہ ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہماری تلاوت اسی طرح اور طاعات مکمل طور پر صحیح ادا ہو رہے ہیں، اس لیے ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں حالانکہ ہمارا یہ تصور اس وقت غلط ثابت ہوجاتا ہے جب ان عبادت کی ادائیگی کے باوجود بھی ہماری زندگی میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آتی ظاہری بات ہے کہ جس عبادت سے زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئے وہ عبادت کہلانے کا حق دار نہیں، ویسے بھی اگر ہم اپنے اعمال کا صاف ذہن سے جائزہ لیں تو یہ حقیقت خود بخود ابھر کر سامنے آجائے گی۔

دراصل بات یہ ہے کہ ہم عبادت تو کرتے ہیں لیکن مکمل طریقے سے ہم اللہ کے محبوب نہیں بن پاتے یہ محض اس لیے کہ ہم جو عبادت کرتے ہیں وہ فقط دکھاوے کے لیے کرتے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم جب عبادت کریں تو اللہ کے ڈر اور خوف کو مدنظر رکھ کر کریں یا اس طرح کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، جب اس صورت میں کوئی بھی عبادت کی جائے گی تو عبادت کا حق ضرور ادا ہوگا، اس کے علاوہ یہ بھی خوف ستائے گا کہ اللہ تعالی کو ہماری عبادت پسند آئی کہ نہیں، کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب کسی طاعت کی توفیق ہو تو بندہ یہ دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالی اس کے کرنے کا جو حق ہے وہ ہم سے مکمل طور پر ادا نہ ہوسکا، ہم سے جس طرح ہوسکا ہم نے کیا، آپ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمالیجئے۔

اگر ہم نے اس طریقے پر عبادت کی تو یقین جانئے کہ ہم نے عبادت کا حق ادا کردیا تو خدا کی توکل رکھتے ہوئے یہ امید رکھئے کہ ہم حتی الامکان اپنی عبادت میں کامیاب ہوگئے ہیں، اب ہمارے لئے وہاں تک بہت آسان ہوجائے گا، جہاں تک پہنچ جانے کے بعد اخروی کامیابی کی راہ آسان ہوجاتی ہے۔

غزل

کسی کی راہ میں پتھر جو تو بچھائے گا
سفر میں تیرے بھی اک دن پہاڑ آئے گا
کسی کے سر پر تو پتھر اگر لگائے گا
یہ بات جھوٹ نہیں تو بھی مار کھائے گا
مجال کسی کی ہے اپنا مجھے بنائے گا
میرے جگر میں فقط تو ہی مسکرائے گا
تیرے گناہ سے اوروں کا کیا تعلق ہے
کسی کا بوجھ کوئی غیر کب اٹھائے گا
شب سیاہ سے تیرا مقابلہ ہوگا
تیرے وجود کا سورج بھی ڈوب جائے گا
نہ جانے کتنے پری چہرہ میرے آگے ہیں
تیرے سوا کوئی آنکھوں میں کب سمائے گا
میں پھول اپنے لہو سے کھلا کے چھوڑوں گا
میرا سلیقہ بہاروں کے کام آئے گا
نظر نظر سے جو سالک نہیں ملاتا ہے
بتا جگر سے جگر وہ بشر ملائے گا ؟

سالک بستوی
مقام غوری، پوسٹ بجھا بازار
ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

فضائل

یوم جمعہ اور نماز جمعہ کی فضیلت

مولانا محمد عمر صاحب قاسمی مجاہد پوری

"یاایھاالذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروالبیع الی آخرالسورة" (پ ۲۸/سورہ جمعہ رکوع ۱۲)

اے ایمان والو! جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑ و اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید وفروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے، پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈ و اللہ کا فضل اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تا کہ تمہارا بھلا ہو اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا متفرق ہو جائیں اسکی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے، سو بہتر ہے تماشے سے اور سوداگری سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

فائدہ: اللہ کی یاد سے مراد خطبہ ہے اور نماز بھی اس کے عموم میں داخل ہے یعنی ایسے وقت جائے کہ خطبہ سنے اور اس وقت خرید وفروخت حرام ہے اور دوڑنے سے مراد پورے اہتمام اور مستعدی کے ساتھ جانا ہے، بھاگنا مراد نہیں، نودی سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے، کیونکہ اس سے پہلی اذان بعد کو حضرت عثمان کے عہد میں صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی لیکن حرمت بیع میں اس اذان کا حکم بھی مثل حکم اذان قدیم کے ہے کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے، البتہ اذان قدیم میں یہ حکم منصوص وقطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور ظنی رہے گا، یہود کے یہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا سارا دن سودا منع تھا اس لیے فرما دیا کہ تم نماز کے بعد روزی تلاش کرو اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد کو نہ بھولو "واذا رأو تجارةً" ایک مرتبہ جمعہ میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے، اسی وقت تجارتی قافلہ باہر سے غلہ لے کر آ پہنچا اس کے ساتھ اعلان کی غرض سے نقارہ بجتا تھا پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی لوگ دوڑے کہ اس کو ٹھہرائیں خیال کیا ہوگا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے، جس میں سے ضرورت کے وقت اٹھ سکتے ہیں نماز پھر آ کر پڑھ لیں گے، اکثر لوگ چلے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ آدمی جن میں خلفائے راشدین بھی تھے، باقی رہ گئے اس پر یہ آیت اتری، یعنی سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشا کیا چیز ہے، وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو پیغمبر کی صحبت اور مجالس ذکر میں ملتی ہے، باقی قحط کیوجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بنا پر تم اٹھ کر چلے گئے، سو یاد رکھو روزی اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اور وہی بہتر روزی دینے والا ہے، اس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر جمعہ کی نماز پر مداومت کرو کیونکہ وہ گناہوں کو ایسے جھاڑ دیتی ہے جیسے تمہارا غلام اپنے گھر سے خاک مٹی جھاڑتا ہے، اے عمر جو بندہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے نہا دھو کر پاک صاف ہوتا ہے، وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

اے عمر جو شخص نماز جمعہ کے لیے گھر سے نکلتا ہے، ہر پتھر اور ڈھیلا اس کی گواہی دیتا ہے، اور ہر کنکر و پتھر اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں جس مٹی پر یہ جمعہ کی طرف چلتا ہے وہ اس کے لئے استغفار کرتی

ہے، اے عمر! جو بندہ پاک صاف اور ستھرے کپڑے پہن کر جمعہ کی نماز کے لیے نکلتا ہے، اس پر خدا تعالی اپنی نظر رحمت ڈالتا ہے اور جس دنیاوی یا اخروی حاجت کا پورا ہونا چاہتا ہے اس کی وہ حاجت پوری کر دیتا ہے، اے عمر! خدا تعالی اپنے فرشتوں کو جمعہ کے دن دنیا میں بھیجتا ہے، وہ یہاں اذان ہونے تک چلتے پھرتے ہیں مگر جب اذان ہوتی ہے تو فرشتے مسجد میں دوڑ آتے ہیں اور مسجد کے دروازوں پر آ کھڑے ہوتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ اذان سے پہلے کون کون لوگ مسجد میں آئے ہیں اور جب نمازیوں کو رکوع سجدے میں دیکھتے ہیں تو جناب الٰہی سے یوں دعا مانگتے ہیں "اللّٰھم اعف عنه وتقبل منه" الٰہی اس بندہ کے گناہ سے درگذر کر اور اس کی نماز قبول فرما، غرضیکہ وہ اس طرح مسجدوں کے دروازوں پر کھڑے ہوتے ہوئے آنے والوں کی گنتی کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرکے ان کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جب امام خطبہ کے لیے ممبر پر کھڑا ہو جاتا ہے تو یہ بھی خطبہ سننے کے لیے صفوں کے آگے آ بیٹھتے ہیں اور مخلوق کے مونہوں کو دیکھ دیکھ کر ان کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جب جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو یہ بھی ان کے ساتھ جمعہ کی برکت حاصل کرنے کے لیے نماز میں داخل ہو جاتے ہیں، جس وقت امام سلام پھیر کر دعا میں مشغول ہوتا ہے، تو یہ بھی سب لوگوں کے ساتھ آمین کہتے ہیں، چنانچہ فرشتوں کی برکت کی وجہ سے تمام حاضرین جمعہ کے گناہ بخشد یئے جاتے ہیں، اور وہ بالکل پاک اور ستھرے ہو کر گھروں کو واپس جاتے ہیں، ادھر تو نمازی واپس ہوتے ہیں ادھر فرشتے ان کی نماز تسبیح واستغفار کے صحیفے لپیٹ کر آسمان پر لے چڑھتے ہیں، حتی کہ عرش کے نیچے کھڑے ہو کر کہتے ہیں، الٰہی یہ نماز فلاں شہر کی جماعت کی ہے اور یہ فلاں شہر کی، خدا تعالی فرماتا ہے کہ اے فرشتو! ان لوگوں کی نمازیں جبرئیل کے پاس لے جا کر کہو خدا تعالی کا تجھے حکم ہے کہ اس نماز کو فلاں خزانہ میں لیجا جس میں یہ جماعت لکھی ہوئی ہے، جبرئیل حکم الٰہی سن کر نماز کو خزانہ کی طرف لیجاتے ہیں اور اسے وہاں سونپ دیتے ہیں، پھر وہ نماز قیامت کے دن تک ایک خیمہ میں رہتی ہے۔ (خیر المؤانس جلد اول صفحہ ۲۴۵)

شب جمعہ اور یوم جمعہ کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لیلة الجمعة لیلةٌ غراء ویوم الجمعة یوم ازهر" (شعب الایمان لامام البیهقی جلد۳ صفحه ۳۷۵) **جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکتا دن ہے۔**

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی:

۱- شب جمعہ۔
۲- رجب کی پہلی رات۔
۳- شعبان کی پندرھویں شب۔
۴- عید الفطر کی رات۔
۵- عید الاضحیٰ کی رات۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۲۱)

شب جمعہ یا یوم جمعہ میں فوت ہونے والا مسلمان عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مرتا ہے، اللہ تعالی اسے قبر کے فتنہ سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا شب جمعہ میں فوت ہو جاتا ہے اسے عذاب قبر سے پناہ دیدی جاتی ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی۔ (شرح الصدور صفحہ ۲۰۹)

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان مرد یا عورت شب جمعہ یا جمعہ کے دن فوت ہوتا ہے وہ عذاب قبر اور فتنہ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، اور وہ اللہ

تعالی سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر کسی قسم کا حساب نہیں ہوگا، اور قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ گواہ ہوں گے جو اس کے لیے جنت کی گواہی دیں گے یا مہر ہوگی ۔ (شرح الصدور صفحہ ۲۰۹ / باب من لا یسئل فی القبر)

یہ فضیلت رمضان المبارک میں فوت ہونیوالے شخص کے لیے بھی ثابت ہے چنانچہ جو مسلمان رمضان المبارک میں فوت ہو جائے اسے بھی عذاب قبر نہیں ہوتا۔

سوال: شب جمعہ یا جمعہ کے دن اور رمضان المبارک میں مرنیوالے کو صرف ان ایام میں عذاب نہیں ہوتا یا قیامت تک معافی مل جاتی ہے۔

جواب: مومن کو قیامت تک معافی مل جاتی ہے۔

سوال: ان ایام میں تو سودخور، شرابی اور بدکار بھی مرتے ہیں، کیا ان سے بھی عذاب قبر مرتفع ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر (۱) دوسری روایتوں کے پیش نظر اس حدیث میں اجتناب عن الکبائر کی قید ہے ،لہٰذا جو کبائر سے بچتا ہو گا وہی عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

جواب نمبر (۲) بعض بدکار فضل الٰہی سے بلا حساب بھی جنت میں جائیں گے جن کے لیے یہ سعادت مقدر ہے، ان ایام میں صرف ان ہی کی موت واقع ہوتی ہے۔

جواب نمبر (۳) ان ایام میں موت سے صرف عذاب قبر معاف ہے عذاب آخرت نہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان ایام کی برکت کے سوا کسی اور عمل کی بدولت عذاب قبر سے بچ گیا تو آئندہ منازل سہل ہوں گی۔

سوال: ان ایام میں تو کافر بھی مرتے ہیں تو کیا وہ بھی عذاب قبر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

جواب: ان ایام میں اگر کافر مر جائے تو اسے صرف ان ایام میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص جمعرات کو فوت ہوا اور اس کی تدفین شب جمعہ یا یوم جمعہ میں ہوئی تو کیا اس سے بھی عذاب قبر مرتفع ہو جائے گا۔

یہ وعدہ جمعہ یا شب جمعہ کی موت پر ہے، دفن پر نہیں، البتہ عذاب قبر چونکہ دفن ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور مسلم میت پر شب جمعہ سے حشر تک عذاب مرتفع ہو جاتا ہے، اس لیے ایسا شخص عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

میت سے سوال جواب کہاں ہو گا:

میت سے سوال و جواب اسی جگہ ہوتا ہے جو جگہ میت کا مستقر بنتی ہے، اگر کسی کو درندے نے کھالیا، تو اس سے سوال وجواب اس درندے کے پیٹ میں ہوگا اور اگر کسی میت کو چند دن تابوت میں رکھا گیا کسی دوسری جگہ لے جانے کے لیے تو جب تک اس میت کو دفنایا نہیں جائے گا اس سے سوال وجواب نہیں ہو گا ۔(احسن الفتاوی جلد۴ صفحہ ۹-۲۰۸)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاحبزادوں کیلئے طلب استغفار کو شب جمعہ پر موقوف رکھا:

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ برادران یوسف علیہ السلام نے اخیر میں جب اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہماری خطاؤں کی بخشش کی دعا کر دیجئے تو آپ نے فرمایا"سوف استغفر لکم ربی"عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، گویا آپ نے فوراً ہی مغفرت طلب نہیں کی، اس سلسلہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دو وقت منقول ہیں ایک یہ کہ آپ نے طلب مغفرت وقت سحر کی کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے، دوسرے یہ کہ آپ نے طلب مغفرت شب جمعہ پر موقوف رکھی، جب شب جمعہ آئی تو آپ نے صاحبزادوں کے لیے مغفرت طلب کی۔ (روح المعانی جلد۵ صفحہ ۵۵)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "سوف استغفر لکم" کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ شب جمعہ میں مغفرت طلب کروں

گا۔(التفسیر المظہری عربی جلد۵/صفحہ۲۰۰)

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا مغفرت کوشب جمعہ کے وقت سحر پر مؤخر کئے رکھا پھر ایسا اتفاق ہوا کہ اسی شب جمعہ دسویں محرم کی رات بھی ہوئی۔

حفظ قرآن کے لیے شب جمعہ میں کیا جانے والا ایک خاص عمل:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت علی بھی آ گئے اور آ کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، قرآن پاک میرے سینے سے نکلا جاتا ہے، جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوالحسن (حضرت علی کی کنیت ہے) کیا تمہیں میں ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی نفع دے گا اور جنہیں تم وہ کلمات سکھاؤ گے انہیں بھی نفع دے گا اور جو تم سیکھو گے وہ تمہارے سینہ میں محفوظ رہے گا، حضرت علی نے عرض کیا کہ جی ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سکھلا دیجئے، چنانچہ آپ نے مجھے بتلایا کہ جب شب جمعہ آئے اور تم رات کے آخری تہائی حصے میں اٹھ سکو تو یہ بہت ہی اچھا ہے، کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے، اسی وقت کے انتظار میں میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا"سوف استغفرلکم ربی" عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، آپ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شب جمعہ آنے دو پھر استغفار کروں گا۔

اگر اس وقت جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو شروع رات میں ہی کھڑے ہو کر چار رکعات نفل اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسین پڑھو، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دخان پڑھو، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الم سجدہ پڑھو اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھو، جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو اول حق تعالیٰ شانہ کی خوب خوب حمد وثنا کرو پھر مجھ پر اور تمام انبیاء کرام پر درود بھیجو! پھر تمام مؤمن مرد وعورت کے لیے نیز اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے جو مر چکے ہیں استغفار کرو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو۔

"اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکَ الْمَعَاصِیْ اَبَداً مَااَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَا یُعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَاتُرَامُ اَسْئَلُکَ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوْہٗ عَلَی النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِوَجْھِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِہٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِہٖ صَدْرِیْ وَ اَنْ تَغْسِلَ بِہٖ بَدَنِیْ فَاِنَّہٗ لَایُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُکَ وَلَا یُؤْتِیْہِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ".

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالحسن (علی) اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کرو اللہ کے حکم سے دعا ضرور قبول ہوگی، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مؤمن سے بھی قبولیت دعا نہ چوکے گی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کو پانچ یا سات جمعہ ہی گزرے ہوں گے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی جیسی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن پاک میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک

لفظ بھی نہیں چھوٹتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا رب کعبہ کی قسم ابوالحسن (علی) مومن ہے۔ (ترمذی)

شب جمعہ میں سورۂ دخان کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات میں سورۂ دخان پڑھے گا اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (ترمذی شریف)

جمعہ کو سورۂ کہف کی تلاوت کی فضیلت:

جو شخص پوری سورہ کہف ہر جمعہ کو ایک بار پڑھ لے تو دوسرے جمعہ تک اس کا دل نور سے منور رہے گا۔ (حصن حصین صفحہ ۱۴۲)

جمعہ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی فضیلت:

حضرت ابو درداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں، اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے انتقال کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں انتقال کے بعد بھی اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو کھائے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، رزق دیا جاتا ہے۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر گذرنے کے وقت نور ہے اور جو شخص جمعہ کے دن اسی دفعہ مجھ پر درود بھیجے اس کے اسیّ سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۴۱)

شب جمعہ میں مزارات پر جانا:

بعض حضرات مرد ہوں یا عورتیں جمعہ کی رات اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کو ضروری سمجھتے ہیں، چنانچہ دور دور سے لوگ اسی غرض کے لیے آتے ہیں اور منکرات ومناہی کا ارتکاب کرتے ہیں، انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو اس رات میں مزارات پر جانے کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے، کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں، دوسرے عورتوں کو مزار پر جانا جائز نہیں جیسا کہ کتب فقہ وفتاوی میں تفصیلاً مذکور ہے، اس لیے نہ تو اس رات میں مزارات پر حاضری کو ضروری خیال کرنا چاہئے اور نہ ہی عورتوں کو مزارات پر جانا چاہئے۔

شب جمعہ کی ناقدری:

شب جمعہ کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں، ان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالی کی عبادت کی جائے، اور اس سے خیر وبرکت، مغفرت وعافیت، صحت وسلامتی کی دعائیں مانگی جائیں، تاکہ اس رات کی برکت سے وہ دعائیں قبول ہوں، لیکن ہو رہا ہے کہ اس رات کی ناقدری کرتے ہوئے لوگ اسے کھیل کود کی نذر کررہے ہیں، بہت سے لوگ ساری ساری رات ٹیلی ویژن اور وی سی آر پر گندی وغلیظ فلمیں دیکھتے رہتے ہیں، نوجوان نسل جگہ جگہ فلڈ لائٹیں لگا کر ساری رات میچ کھیلتی رہتی ہیں، جس سے اپنا وقت تو ضائع کرتے ہیں دوسروں کا آرام راحت بھی برباد کرتے ہیں ساری رات اسی طرح گذرتی ہے، صبح سحر کے وقت غفلت کی نیند سو جاتے ہیں، اور اسطرح اس رات کی برکات سے محروم رہنے کے ساتھ ساتھ گناہوں کا بوجھ بھی سروں پر لادتے ہیں: " خسر الدنیا والآخرۃ " یہ بڑے ہی نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے مرنے کے بعد احساس ہوگا وہاں پتہ چلے گا کہ کرنا کیا تھا اور کر کیا آئے، اللہ تعالی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ.

////☆☆☆/////

بہت سنوار نہ لہجے کو سوچ لے یہ بھی
جدید فکر کا ہے زاویہ بہت الجھا

فضا ابن فیضی

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

مولانا محمد ریاض کھجناور، سہارنپور

نام کتاب: جیب کی تجوید
مؤلف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
صفحات: ۲۸ر
تعداد: ۱۱۰۰ر
قیمت: ۳ر روپے
ناشر: دارالبحوث والنشر مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن کریم جو ہمارے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی دولت سے نوازا اس کی تعلیم وتعلم میں علم تجوید کو بڑا دخل ہے، اور اس کے بغیر قرآن پاک کا صحیح پڑھنا بڑا دشوار ہے، اس لیے شروع ہی سے فن تجوید کی طرف خاص توجہ دی گئی۔

اصول کی پابندی ومراعات کا سلسلہ شروع ہی سے جاری وساری رہا، لیکن آج کے اس نازک دور میں ان علوم سے اتنی بے توجہی برتی جارہی ہے، جو بیان سے باہر ہے، اسی کے مدنظر مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے اس مختصر سی کتاب میں تجوید کے ضروری قواعد، آسان اور سہل اسلوب، انوکھے پیرائے بیان میں ایک جگہ جمع کردیا ہے، دراصل اس کتاب میں موصوف نے تجوید کے اس قواعد کو تحریر کے خاکے میں لائے ہیں جو قواعد بچپن میں اساتذۂ کرام طلبہ کو قاعدہ پڑھاتے ہوئے یاد کرواتے اور لکھواتے ہیں، ان کو یکجا جمع کرکے طلبہ اور امت محمدیہ میں سے جو لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں ان کے لیے سہولت اور ’’ورتل القرآن ترتیلاً‘‘ پر عمل کرتے ہوئے مرتب کیا ہے جو اساتذہ وطلبہ پر احسان عظیم ہے۔

زیر نظر کتاب ’’جیب کی تجوید‘‘ مولانا موصوف کی محنت کا نتیجہ ہے اور علم تجوید میں ایک خوش گوار اضافہ ہے، یہ دراصل مدرسہ بیت العلوم پہلی مزرعہ (یمنانگر، ہریانہ) میں کامیاب طریقے پر تعلیم کے عملی تجربات کا نچوڑ ہے جو پڑھنے کے زمانے میں کچھ اوقات متعینہ قرآن کریم کی خدمت میں صرف کیا اور وہ تمام حضرات جو کسی نہ کسی طریقے سے قرآن پاک کی خدمت تعلیم وتعلم، تلاوت وقرأت، تصنیف وتالیف میں دنوں رات مصروف ہیں وہ کس درجہ باعظمت اور قابل تکریم اور لائق ستائش ہیں، اور ان کی محنتیں کس درجہ قابل قدر ہیں، اللہ تعالیٰ نے بزرگوں اور اولیاء کرام کی دعاؤں سے موصوف کو ہر فن میں مہارت عطا کی ہے کیونکہ بچپن ہی سے موصوف کو کچھ بزرگوں اور اولیاء کرام کی خدمت کا شرف حاصل ہے، اور یہ بھی اسی کا ثمرہ ہے، اس علم تجوید کے فن میں بھی عربی وارد و میں تین سے زائد کتابیں ان کے قلم سے منصۂ شہود پر آچکی ہیں، جو اکابر علماء حضرات قراء کرام کی وسیع وعریض نظر میں بے حد مقبول ہوئیں اور بہت سے مدارس میں داخل نصاب بھی ہے، خاص طور پر ان کی تجوید کی کتاب جامعۃ الامام ابی الحسن اسلامیہ میں مکمل طور پر حفظ یاد کروائی جاتی ہے اور احقر کو بھی بڑی جدوجہد، محنت کے ساتھ ثانویہ ثالثہ کے دوران اپنی تجوید کی کتابیں یاد کروائی ہیں، اور ان سے اس ناکارہ نے اچھا استفادہ کیا ہے، مزید برآں ان کی تصنیف کا سلسلہ جاری ہے، اس میں مصنف کتاب نے خاص کر حروف مفخم، حرکات ثلاثہ، اخفاء، اظہار، ادغام، ابدال، ادغام شفوی، اظہار شفوی، اخفائے شفوی، اظہار مطلق جیسے بہت قاعدوں کو اپنے قلم سے نغمہ سرائی کرکے اس کتاب کو مکمل فرمایا ہے، اور خدا کے حکم سے ابھی تک حفظ وتلاوت کے مرکزوں ومکاتبوں اور مدارس عربیہ دینیہ میں اس علم تجوید کے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، اہل مدارس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ کتاب نادان، کم علم بچوں کو حفظ یاد کروائیں تاکہ بچہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع بنائے اور مؤلف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

/////☆☆☆/////

حالات حاضرہ

حافظ عبدالستار عزیزی

عالمی خبریں News World

ویلڈر کی زہرافشانی

ہالینڈ- اسلام دشمنی کا نیا زہر ہالینڈ کے ایک اپوزیشن لیڈر گرٹ ویلڈر کا ہے، جس نے ہالینڈ میں اسلام، قرآن اور مسلمان کے خلاف ایسا زہر اگلا ہے کہ عالم اسلام لرز اٹھا ہے، کروڑوں مسلمانوں کے دل چھلنی چھلنی ہوگئے ہیں، گرٹ ویلڈر نے ہالینڈ میں اب تک ایک بھی مسلمان، ایک بھی قرآن کی آمد پر پابندی عائد کرنے پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ اب اس سرزمین پر ایک بھی نئی مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی، مزید یہ کہا کہ قرآن ایک فاسشٹ کتاب ہے (نعوذ باللہ) اس لیے اسلام اور ہٹلر میں کوئی فرق نہیں ہے، اسلام میں جدت پسندی کا کوئی تصور نہیں، یہ کتاب جسے مسلمان قرآن کہتے ہیں یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر قوموں کو مارنے کی ترغیب دیتی ہے۔

ترکی میں تبدیلی کے آثار

ترکی کی نومنتخب حکومت کے سربراہ جناب طیب اردگان نے اپنے حالیہ انٹرویو میں اشارہ دیا ہے کہ وہ ترکی کی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ہیڈ اسکارف پر پابندی ہٹانا چاہتے ہیں ان کا ماننا ہے کہ لباس جب یورپ تک میں مسئلہ نہیں ہے تو پھر ہمارے یہاں لباس کو کیوں مسئلہ بنایا جائے اگر کوئی ہیڈ اسکارف لگا کر اعلی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے مکمل اجازت ہونی چاہئے حالاں کہ خطرہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ ان کے اس فیصلہ سے ملک کی سیکولر لابی جو ابھی بھی کافی طاقتور ہے اور آرمی پر انہیں کا کنٹرول ہے اس کی مخالفت کرسکتی ہے۔

مشرف کا سیاسی جماعت کی حمایت نہ کرنے کا اعلان

اسلام آباد-صدر پرویز مشرف نے کہا ہے کہ اب کسی سیاسی جماعت یا سیاست داں کی حمایت نہیں کریں گے، تمام جماعتوں کو مساوی مواقع دیئے جائیں گے، انہوں نے کہا کہ اس انتخابات کے بعد سے ملک میں حالات بہتر سے بہتر ہوگئے ہیں، مزید یہ کہا کہ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان عزم کر رکھا ہے، اور وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شامل رہے گا، ایک سوال کے جواب میں صدر نے کہا کہ سوات اپریشن کامیابی سے جاری ہے اور سیکورٹی فورسز نے شدت پسندوں کے اہم ٹھکانوں کو تباہ کردیا ہے۔

وفیات

۞ نقوش اسلام کے رکن ادارات اور مستقل کالم نگار حضرت مولانا محمد عمر صاحب مجاہد پوری کی اہلیہ محترمہ کا ۳۱/اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز بدھ انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحومہ میں بہت ساری خوبیاں تھیں، بڑی دیندار اور صوم وصلوۃ کی پابند ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نوازی جیسی اعلی صفت مرحومہ کے اندر موجزن تھی، ان کی نماز جنازہ مولانا محمد حنیف صاحب مہتمم خادم العلوم باغوالی ضلع مظفر نگر نے پڑھائی، اللہ تعالی ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور حضرت مولانا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

۞ ۳/نومبر ۲۰۰۷ء بروز بار کو جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے استاذ مولانا صغیر احمد قاسمی صاحب کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، مرحومہ نیک صالح خاتون اور اچھی خوبیوں کی مالک تھیں، قارئین نقوش اسلام سے مرحومہ کے لیے ایصال ثواب اور مغفرت کی دعاء کی درخواست ہے۔

۞ حضرت مولانا محمد اقبال صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا ہے، آپ کی والدہ مرحومہ بڑی خوبیوں کی حامل تھی اور صوم وصلاۃ کی پابند تھی، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

نــوٹ

ہر سال کی طرح امسال بھی مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں ''خروف'' کی قربانی کا اہتمام کیا گیا، جس میں قربانی کے تینوں دنوں میں قربانی ہوتی رہی، نیز آئندہ سال جن حضرات کو خروف میں حصہ لینا ہوگا وہ ۱۲/ذی القعدہ تک اپنی خروف کی قیمت مرکز میں روانہ فرمادیں، تاکہ سہولت کے ساتھ قربانی کی جاسکے۔